عہ ۸ دہم، پتہ: دفتر اتالیق محلہ سلطان شاہی حیدرآباد دکن،

سعید، مولوی حامد حسن صاحب قادری بچھرایونی، مدرس ادب فارسی اسلامیہ اسکول کانپور نے چھوٹے طالب العلمون کے لئے ایک پندرہ روزہ اخبار نکالنا شروع کیا ہے، مضامین ابتدائی طالبعلمون کے حسب حال اور بعض خود طلبہ کے لکھے ہوئے ہوتے ہین، عبارت اور طرز ادا نہایت سادہ اور سہل، فقرے چھوٹے اور خط صاف اور پاشان ہوتا ہے مولوی صاحب اردو کے ادیب ہین، اسلئے سعید کی ترقی کی امید بیجا نہین، قیمت سالانہ عہ

پتہ: دفتر سعید کانپور،

لکچر، یہ ایک لکچر ہے جو صاحبزادہ محمد سعید الظفر خان صاحب نے مڈیکل کالج لکھنؤ مین چھوٹے بچون کی تعلیم کے صحیح اصول پر دیا ہے، قیمت ۸ رہی اور الناظر پریس لکھنؤ سے ملسکتا ہے،

نعتیہ کلام، یہ چند نعتیہ غزلون کا مجموعہ ہے، جنکو محمد اسحاق خان ابن مولانا عبد الباسط نے جمع کیا ہے، ۸ قیمت ہے، حاجی محی الدین تاجر کتب بنگلور سے ملسکتا ہے،

عدد یازدہم	ماہ رجب سنہ ۳۶ھ مطابق مئی سنہ ۱۸ء	مجلد دوم

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

دو تین مہینہ سے رسالہ کی ترتیب و تہذیب اور اشاعت مین فرق آگیا ہی، اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ اندنون زیادہ تر سفر مین اور کئی کئی ہفتے مرکز سے دور رہنا پڑا، یہ نمبر بھی اڈیٹر کی غیر حاضری مین مرتب ہوا ہے، شروع سال یعنی جولائی ۱۸ء سے ارادہ ہے کہ رسالہ کا وقت اشاعت آخر ماہ کے بجائے اوائل ماہ مین کردیا جائے، امید ہے کہ اس انتظام سے ناظرین کو مہینہ کے اندر رسالہ ملجایا کریگا،

رسالہ کی دوبارہ طلبی مین خریدارون کے اکثر خطوط آیا کرتے ہین، بعض ایسے غفلت شعار ہین کہ کئی کئی مہینے پرچے نکتے ہین، اور چاہتے ہین کہ انکی بے پروائی کا خمیازہ دفتر اٹھائے، ہمارے ہان رسالہ کے بھیجنے مین پوری احتیاط برتی جاتی ہے، اسپر بھی اگر نہ پہنچے تو اپنے اپنے مقامی ڈاکخانون سے ایک دفعہ بھی تو پرسش کرنی چاہیئے،

سیرت جلد اول ابتک چھپکر ہمارے دفتر مین نہین پہنچی، اس کام مین ایسے اشخاص سے معاملہ پڑا ہے جنکی مثال تاریخ اخلاق مین نہین ملسکتی، ہماری حالت انتظار دیگر شائقین سے زیادہ قابل رحم ہے

ارباب علم و ادب کے بعض حلقون مین یہ تحریک نشو و نما پا رہی ہے کہ یورپ کے خیام کلب کی طرح سے ہندوستان مین ایک شبلی سوسائٹی قائم کیجائے جسکا مقصد مولانائے مرحوم کے ادبی تصنیفات کی تدوین و اشاعت اور اردو زبان کے ادبیات لطیفہ کی خدمتگذاری ہو، آیندہ نمبر مین صاحب تحریک اپنی تجویز انہین صفحات مین پیش کرینگے، ناظرین ہشیار رہین،

انجمن نظر بندان اسلام فتحپوری دہلی نے مسلمان نظر بندون کے حالات زندگی اسباب قید اور انکے متعلق دیگر معلومات کے بہم پہنچانیکے لئے چھوٹے چھوٹے رسائل کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، ابتک اس سلسلہ مین تین رسالے شایع ہوچکے ہین، مسٹر محمد علی و شوکت علی کے چند اہم خطوط کا مجموعہ، مسٹر محمد علی کی چند غزلون کا مجموعہ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب محدث دیوبند کے مختصر سوانح و حالات نظر بندی، ان مین سے ہر سلسلہ اس لائق ہے کہ مسلمان انکو پڑھکر انسے عبرت و بصیرت حاصل کرین، انجمن کی طرف سے دوسرے نظر بندون کے متعلق بھی اس قسم کے اور رسالے ترتیب پا رہے ہین، رسائل موجودہ مین سے اول و دوم کی قیمت دو دو آنے اور تیسرے کی چار آنے ہے۔

مولوی سید احمد صاحب دہلوی، مولف فرہنگ آصفیہ جو ہماری زبان کے تنہا لغت نویس تھے، ۱۰ مئی ۱۸ء کو انتقال کیا، یہ سنکر افسوس ہوا کہ مرحوم کے جنازہ مین بیس پچیس آدمی سے زیادہ نہ تھے۔

مقالات

ہندوٗون کی علمی و تعلیمی ترقی

مین

مُسلمانون کی کوششین

مسلمانون کی آمد سے پہلے ہندو قوم وہ قوم تھی جو ہر غیر قوم سے اسقدر شدید نفرت رکھتی تھی کہ اسکے سایہ تک سے گریز کرتی تھی، اور اس کو ملچھ، ناپاک، اور نجس ہستی تصور کرتی تھی، کیا اُس وقت مین کوئی یہ خیال کرسکتا تھا کہ کسی زمانہ مین ہندو قوم بھی اس قدر روادار اور وسیع الخیال ہوجائیگی کہ وہ دوسری قوم کے ساتھ مل جلکر کام کرے گی، اس کی زبان سیکھے گی، اُسکے علوم و فنون پڑھے گی، اُسکے تمدن و معاشرت کو اختیار کرے گی، اور اسکے ساتھ شاگردی و استادی کا رشتہ قائم کرے گی۔ لیکن سو دو سو برس ہی کے اندر ان خیالات مین بڑا تغیر آگیا، اور اب وہ مسلمان سلاطین کی نوکریان کرنے لگے، اور دربارون مین مسلمان ارباب کمال کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے لگے، یہی ابتدائی بے تعصبی ہندوٗون کی موجودہ تعلیمی ترقی کا زینہ ہے۔

اگر مسلمانون کا درمیانی دور جنسے سو دو سو برس کے اندر اندر ہندوٗون کو اپنی قدیم تنگ خیالی کے بدلنے پر مجبور کیا، اور دوسری قومون کے علوم و فنون سیکھنے کی اُن مین ترغیب پیدا کی، ہندوستان مین قائم نہوا ہوتا، تو کیا یہ ممکن تھا کہ انگریزون کی حکومت کے اول یوم سے وہ انگریزی تعلیم کا آغاز کردیتے اور ساٹھ ستر برس کے اندر اندر تمام ہندوستان مین

ایک غیر قومی زبان کی تحصیل کے لیے مدارس، مکاتب، پاٹ شالے اور کالج کھلجاتے، گوہر مقصود کی تلاش مین سمندرون مین بے محابا سفر کرتے، انکو سو دو سو برس تو صرف اپنی نفرت قومی اور تعصب مذہبی کے مٹانے مین صرف ہوتے، اور اس اثنا مین مسلمان کہین سے کہین جا نکلتے۔

ہندوٗون پر مسلمانون کا دوسرا سب سے بڑا تعلیمی احسان یہ ہے کہ مسلمانون سے پہلے ہندو دھرم کے مطابق، تعلیم ہندوٗون کے ایک مخصوص طبقہ تک محدود تھی، حکم تھا کہ وید کا کوئی فقرہ اگر کسی شودر کے کان مین پڑجاے تو اُس مین سیسہ پلا دیا جاے، برہمنون کے علاوہ ہندوٗون کے دیگر طبقون مین یا علم مطلق نہ تھا، یا بہت ہی کم تھا، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ مذہباً انکو تعلیم کے حاصل کرنے کی مطلقاً اجازت نہ تھی، لیکن مسلمانون نے ہندوستان آکر تعلیم کو ہندوٗون کے ہر طبقہ تک عام کردیا۔ برہمنون سے لیکر کھتری، کایتھ، بنیے، اور ان سے بھی نیچے درجون تک علم اتر آیا، آج ہندوستان مین برہمنون سے زیادہ نہین تو برہمنون کے برابر غیر برہمن ہندو بھی تعلیم سے بہرہ اندوز ہین، اور مسلمانون کے عہد حکومت مین بھی یہی حال تھا کہ برہمنون سے زیادہ کایستھ اور کھتری تعلیم یافتہ تھے۔

ہندوٗون پر مسلمانون کا تیسرا سب سے بڑا تعلیمی احسان یہ ہے کہ ان مین تعلیمی علوم و فنون مین وسعت پیدا کی، قدیم ہندوستان کے شیشۂ وقار کو صدمہ پہنچاے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانون کے عہد سے پہلے ہندوستان مین جن علوم کی تعلیم رائج تھی، انکی فہرست نہایت مختصر تھی۔ نصاب تاریخ سے یہان کے مدارس ہمیشہ خالی رہے، جغرافیہ کا وجود یہان براے نام تھا، فلسفہ، حکمت، اقلیدس، ہیئت، طب، شاعری، موسیقی وغیرہ علوم ہندوستان مین پہلے سے موجود تھے، لیکن ان کی تعلیم اولاً تو مخصوص لوگون کو ہوتی تھی، دوسرے یہ کہ ان علوم

کے متعلق دنیا کی دوسری قومون کی جو تحقیقات تھی، اس سے یہان سرتاپا ناواقفیت تھی،

مسلمان علما نے انکے نصاب تعلیم کو ان فروگذاشتون سے پاک کیا،

مسلمانون مین ہندوستان کا سب سے پہلا علمی فاتح، **بیرونی** ہے، وہ سلطان محمود کے زمانہ مین ہندوستان آیا، یہ مسلمانون کی ہندوستان کی عملداری کا آغاز باب تھا اور ضرورت تھی کہ ہندؤن نے خلافت بغداد کو دوسری صدی ہجری مین جو علمی قرض دیا تھا، وہ مع سود کے واپس کر دیا جاے، بیرونی کتاب الہند کے پہلے باب مین لکھتا ہے:

"اجنبی ہونے کے سبب سے مجکو ہندو علماے ہیئت کی پہلے شاگردی اختیار کرنی پڑی، لیکن تھوڑی ہی مدت کے بعد جب میری زباندانی کی واقفیت بڑھ گئی تو میری حیثیت استاد کی ہوگئی، چونکہ ہیئت اور ریاضیات مین مجکو کامل مہارت حاصل تھی مین خود انکو تعلیم دینے لگا، پنڈتون کو یہ دیکھکر بڑی حیرت ہوئی، تعجب سے پوچھتے تھے کہ تمنے یہ باتین کس پنڈت سے سیکھی ہین، انکو یقین نہین آتا تھا کہ کسی دوسری قوم کا آدمی بھی علوم وفنون مین انکا ہمسر ہوسکتا ہے، وہ مجکو جادوگر سمجھتے تھے اور "بحر العلوم" کہتے تھے"

ہندو پنڈتون کی واقفیت کے لیے، اسنے عربی زبان سے حسب ذیل کتابین سنسکرت مین ترجمہ کین۔ رسالہ اصطرلاب- مجسطی- اقلیدس کے مقالے، علاوہ ازین ہندو پنڈتون کے سوالات کے جواب مین بھی اسنے کئی رسالے لکھے، ہندو ہیئت دانون نے ہیئت کے متعلق سوالات کیے تھے ۱۲۰ صفحون مین اسنے انکے جوابات لکھے، ایک رسالہ اس کا اس بحث پر ہے کہ اعداد کے مدارج جو عربی زبان مین ہین وہ باعتبار ہندی کے زیادہ صحیح طریقہ پر مقرر ہین۔[1]

[1] فہرست تصنیفات بیرونی در آثار باقیہ۔

مسلمانون کے فتوحات نے ہندوستان مین جب وسعت حاصل کی تو ہندو پنڈتون کو ان کے اندرونی حالات کے دریافت کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ بھوجر برہمن نام بنارس کا ایک باشندہ قاضی رکن الدین کیخدمت مین پہنچا، اور ان سے مسلمانون کے علوم کی تکمیل کی قاضی صاحب نے بھوجر سے سنسکرت سیکھی اور اسکی مدد سے انبرت کنڈ (حوض آبحیات) نام ایک کتاب کا سنسکرت سے عربی مین ترجمہ کیا۔[1]

سلطان **زین العابدین** جو ۸۲۶ھ مین تخت کشمیر پر جلوہ آرا ہوا تھا، اور جسکے آثار سلطنت پر شہنشاہ اکبر نے اپنی حکومت کی بنیاد دین کھڑی کی تھین، اُسنے ہندؤن کے لیے بہت سی عربی اور فارسی کتابون کے ترجمے ہندی مین کرائے، فرشتہ کی عبارت یہ ہے:

"و فرمود تا اکثرے از کتب عربی و فارسی بزبان ہندی ترجمہ کردند"[2]

سری بھٹ نام ایک بید کو طبابت کی تعلیم دلاکر اپنے دربار مین یہان تک ممتاز کیا کہ وہ سیاسی معاملات مین بھی دخیل ہوگیا۔ فرشتہ لکھتا ہے:

"و سلطان بجہت طبابت سری بھٹ را کہ طبیبے حاذق بود تربیت کرد" (صفحہ ۳۴۲)

ہندوؤن کو مسلمانون سے جو نفرت قلبی تھی، اس کا اثر یہ تھا کہ کوئی ہندو مسلمان بادشاہون کے دربار مین نوکری تک قبول نہین کرتا تھا، رسوم و عادات کی یہ بندشین سب سے پہلے دکن مین ٹوٹین، مسلمان سلاطین نے ہندو فاضلون کی قدر افزائی شروع کی اور اس بہانہ سے وہ رفتہ رفتہ مسلمانون سے مانوس ہونے لگے۔

شہزادہ محمد تغلق کے دربار مین **گنگو** نام ایک برہمن خدمت منجمی پر ممتاز تھا، حسن بہمنی جو

[1] جامع القصص العربیہ فی الاخبار الہندیہ صفحہ ۱۱۵ مطبوعۂ فرانس (دکن) [2] صفحہ ۳۴۲، نولکشور

دکن میں بہمنی حکومت کا بانی ہوا ہے، وہ اس منجم کا نہایت ممنون احسان تھا اس تقریب سے دکن کے برہمنوں کو بہمنی حکومت کے ساتھ موانست پیدا ہوئی اور بالآخر تمام دفاتر سرکاری کے وہ مالک بن بیٹھے، فرشتہ میں ہے:

مشہور ہست کہ پیش ازین برہمنان، پیرامون عہد و عمل [نوکری] شہریارانِ اسلام نمی گردیدند و در قرایا [گاؤن] وز دایا و سواحل انہار بکسب انواع علوم خصوص علم نجوم اشتغال داشتہ۔ متوکلانہ زندگی میکردند و ملازمت اہل دنیا خصوص مسلمانان را مزیلِ حسنات دانستہ و شقاوت ابدی تصور کردہ پیرامون عہد و عمل نمی گردیدند اگر احیاناً بعضے از ایشان بوسیلۂ طبابت و نجوم و وعظ، و قصہ خوانی در صحبت ارباب جاہ می بودند با نعام و احسان ایشان مخصوص گشتہ، قلادۂ نوکری در گردن نمی انداختند۔ اول کسیکہ از فرقہ براہمہ در دور سلاطین اسلام نوکری کرد گانگو پنڈت بود و تا حال کہ ۱۰۱۵ھ است بخلاف سائر ممالک ہند خصوصاً دفترہا [ن] دکن و نویسندگی ولایت ایشان بہ بہامنہ [برہمن] مرجوع است (جلد ا صفحہ ۲۷۸)

شاہی دفتر کی زبان عموماً فارسی تھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اہل کار فارسی زبان اب سیکھنے لگے تھے، ابراہیم عادل شاہ جو ۹۴۲ھ میں دکن کی عادل شاہی خاندان کا فرمانبردار ہوا تھا اُسنے فارسی زبان بھی دفتر سے برطرف کر دی۔

و دفتر فارسی برطرف کردہ ہندوی کرد و بہامنہ [برہمن] را صاحب دخل گردانیدہ (فرشتہ صفحہ ۴۷ جلد ۲)

شمالی ہندوستان کی نسبت مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلے سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں، یہان ہندوؤن نے فارسی پڑھنی شروع کی، تاریخون کے پڑھنے سے یہ صاف نظر آتا ہے کہ ہندو رعایا کی تعلیم کے لیے اس سے پہلے کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا تھا، بلکہ جو طریقۂ تعلیم اور نصاب تعلیم ان میں مدتون متوارث چلا آتا تھا اس مین کوئی دخل نہیں دیا گیا۔ اپنے طور پر

درس تدریس کے جو انتظامات اُن میں جاری تھے انکو علی حالہا باقی رکھا گیا۔ مسٹر لا اپنی تاریخ پرموشن آف لرننگ ان انڈیا کے دیباچہ میں لکھتے ہین:

ابھی وہ دن دور تھا جب کہ ہم مسلمان سلاطین کو ہندو اور مسلمان دونون رعایا کی تعلیم کی برابر سرپرستی کرتے ہوے اور ایک ہی جوش کے ساتھ مسلمانون کے علاوہ دوسری قومون کے علوم کو ترقی دیتے ہوے پائین سب سے پہلے مسلمان فاتح کے ہندوستان میں قدم جمنے کے ایک صدی یا دو صدی بعد تک ہندوؤن کی تعلیم اور اُنکے علوم اپنے (قدیم) راستہ پر اپنے حامیون کی اعانت سے چلتی رہی۔

مگر بعض قراین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فارسی تعلیم کا رواج ان میں اس سے پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق جو ۷۵۲ھ میں تخت نشین ہوا تھا، کانگڑہ کی فتح کے موقع پر جوالا مکھی کی سیر مین اسکو ایک چھوٹا سا کتبخانہ ملا تھا، پنڈتون کو بلا کر چند کتابون کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔ سیر المتاخرین کی عبارت یہ ہے۔

سلطان علماے آن طائفہ را بحضور خویش طلب داشتہ مضامین آن را شنیدہ محظوظ گردید و فرمود بعضے از آن کتب را بہ فارسی ترجمہ کنند۔

بہرحال مورخین کا مطلب یہ ہے کہ باقاعدہ اور عمومیت کے ساتھ ہندوؤن میں فارسی تعلیم کا رواج سلطان سکندر لودی کے زمانہ سے ہوا۔ سلطان لودی نے ہندوؤن کے نہان کی جگہون میں مساجد، مدرسے اور بازار قائم کئے، سپاہیون کو تعلیم پر مجبور کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤن میں بھی عام طور پر فارسی تعلیم رائج ہو گئی۔ فرشتہ شہادت دیتا ہے:

بعہد فرخندۂ او علم رواج یافت و امرا و ارکان و سپاہیان بکسب فضائل اشتغال نمودند و کافران بخواندن و نوشتن خط فارسی کہ تا آن زمان در میان ایشان

معمول بود پرداختہ،

اسکے بعد شیر شاہ کا زمانہ آتا ہے، اُسنے ہندؤن کے ساتھ نہایت مہربانی کا برتاؤ کیا، بہت سے ہندوؤن نے فارسی پڑھ پڑھ کر دکن کی طرح شمالی ہندوستان مین بھی دفاتر سرکاری مین نوکریان حاصل کین، راجہ ٹوڈرمل جو اکبر کے نورتن مین شامل ہے وہ شیر شاہ ہی کا تربیت کردہ تھا اور اسکی محکمہ مالگذاری کا دیوان تھا۔

تیموریون کے زمانہ مین ہندوؤن کی تعلیمی ترقی درجۂ کمال تک پہنچ گئی، گو اسکی تفصیلات نہ ملین لیکن استقصاے جزئیات سے یہ نتیجہ واضح طور پر سے نمایان ہوتا ہے کہ فارسی زبان کی تعلیم ان کے زمانہ مین گھر گھر پھیل گئی۔

فارسی تعلیم کے علاوہ سنسکرت اور دیگر مذہبی علوم کی تعلیم کے لیے ملک کے مشہور شہرون مین بڑی بڑی درسگاہین تھین، جہان دور دور سے طلبہ آکر شریک درس ہوتے تھے۔ یہ درسگاہین، ٹھٹھ، ملتان اور خصوصاً بنارس مین زیادہ تھین[1]۔ سلاطین تیموری بھی ان علوم کی دستگیری مین کمی نہین کرتے تھے۔ دربارون مین انکو مسلمان فضلاے عہد کے پہلو بہ پہلو جگہ ملتی تھی۔ **ابوالفضل** نے آئین اکبری کے ہندو فضلا کے حسب ذیل نام لکھے ہین: مہادیو، بھیم ناتھ، نارائن، شیوجی، مادھو، رام چندر، سری بھٹ، مادھو سرستی، جدروپ، بشن ناتھ، مدسودن، رام کشن، نارائن اسرم، بلبھدر، مصر، ہرجی سور، باسدیو مصر، دامودر بھٹ، باہمن بھٹ، رام تیرتھ، بدھ نواس، نرسنگھ، گوری ناتھ، برم اندر، گوپی ناتھ، بجی سین سور، کشن پنڈت، نہال چند، بھٹاچارج، کاشی ناتھ، دیوی برہمن، دیوی برہمن نے مہابھارت کا فارسی مین ترجمہ کیا،

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۸۱۔

اکبری دربار مین فن مصوری و نقاشی کے جواہر ینا تھے، ان مین مسلمان اُستادون کو چھوڑ کر، حسب ذیل ہندو اساتذہ تھے: دسونت کہار، بساون، کیشو، لال، مکند، مادھو، جگن، مہیش، کھیم کرن، تارا، ساونلا، ہری بنس، رام۔

جس طرح اس عہد مین سنسکرت سے فارسی مین کتابین ترجمہ کی گئین، بعض کتابون کا عربی و فارسی سے سنسکرت مین بھی ترجمہ کیا گیا۔ مرزا الغ بیگ کی زیچ، علم ہیئت کی آخری اور مستند کتاب ہے، مسلمان اور ہندو فضلا کی ایک مشترک مجلس نے اس کا سنسکرت مین ترجمہ کیا، ہندو علما مین سے کشن، جوتشی، گنگا دھر، مہیش اور مہانند اس مجلس کے ممبر تھے،

جہانگیر نے بھی ہندو فضلا کی قدردانی مین کمی نہین کی، اس کے عہد مین جدروپ گوسائین، نہایت مشہور بیدانت تھا، وہ پاپیادہ اسکے جھونپڑے تک جاتا اور گھنٹون اُسکے پاس بیٹھا رہتا، راستہ چلتے کسی سنیاسی کا نام سنتا تو اُسکے ملاقات کو اُتر پڑتا، ایک دفعہ وہ سفر کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک مقام پر اسکو بہت سے جوگی نظر آے، تزک مین لکھتا ہے:

درہمین منزل شب شیورات واقع شد جوگی بسیار جمع آمدہ بودند..... با دانایان این طائفہ صحبتہا داشتہ شد،

راے منوہر لال ولد راے لون کرن لڑکپن سے جہانگیر کے زیر سایہ عاطفت تعلیم پا کر جوان ہوا تھا۔ فارسی زبان کی شاعری اور خوشخطی مین سلیقہ خاص پیدا کیا[1]۔ راجہ سورج سنگھ نے ایک ہندو شاعر کو دربار مین پیش کیا۔ جہانگیر اسکے چند ہندی اشعار سنکر نہایت محظوظ ہوا اور ایک ہاتھی اسکو عطا کیا[2]، اسکے دربار کا مشہور نقاش بشن داس تھا جسکو جہانگیر نے ایران بھیجا تھا[3]

داراشکوہ کا دربار ہندو فضلا اور شعرا سے بھرا رہتا تھا، وہ خود بھی ہندوؤن کے

[1] تذکرۂ خوشنویسان [2] تزک جہانگیری، [3] تزک جہانگیری صفحہ ۲۰۵

علوم و فنون مین مہارت رکھتا ہے، اسلیے ہندو علما کو عزیز رکھتا تھا، اسکے دربار کا گویا ملک الشعرا ایک برہمن چندر بھان نامی تھا۔ اس کا تخلص برہمن تھا۔ فارسی مین دلپسند شعر کہتا تھا، اس کا دیوان فارسی اب تک موجود تھا، دارا شکوہ کے قتل کے بعد بنارس مین آکر سکونت اختیار کرلی تھی جہان اسنے سنہ ۱۰۷۳ھ مین وفات پائی،

اس مضمون مین بدنصیب عالمگیر کا نام، کسی دوستانہ حیثیت سے توبار نہین پا سکتا لیکن دشمنانہ انداز مین بھی کیا کسی رسم محبت کا سراغ لگ سکتا ہے؟ مآثر عالمگیری مین ہے،

بہ عرض خداوند دین پرور رسید کہ در صوبہ ٹھٹھہ و ملتان، خصوص بنارس برہمنان بطالت نشان در مدارس مقرر بہ تدریس کتب باطلہ اشتغال دارند در اعیان طالبان از ہنود و مسلمانان مسافتہاے بعیدہ طے نمودہ جہت تحصیل علوم شوم نزد آن جماعت گمراہ می آیند، احکام اسلام نظام بہ ناظمان کل صوبہ جات صادر شد کہ مدارس و معابد بے دینان دستخوش انہدام سازند و بہ تاکید اکید طور درس و تدریس در سم شیوع مذہب کفرانیان براندازند (صفحہ ۸۱)

اس عبارت سے جہان عالمگیر کی تنگدلی ظاہر ہوتی ہے، یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت ہندوستان کے تمام صوبون مین اُنکے مدارس قائم تھے، غالباً ان مدارس کے توڑنے کے احکام اُسی اصول پر مبنی ہونگے، جسکی مثال ہمکو اس روشن عہد حکومت کی تعلیمی پالیسی مین نظر آتی ہے۔

محمد شاہ کے زمانہ مین راجہ جی سنگھ والی جے پور نے، دلی، بنارس اور اوجین مین رصد خانے قائم کراے، ملا خیر اللہ مہندس رصد خانۂ دلی کے منتظم خاص تھے، بنارس کا رصد خانہ اب تک موجود ہے، اور ہندوؤن کے تہوارون مین اور شادی بیاہ کی تاریخون مین اس سے اب تک مدد لی جاتی ہے۔

جی سنگھ نے مسلمان علما کو جمع کر کے عربی زبان کی چند مشہور ہیئت کی کتابون کا ہندی مین ترجمہ کرایا[1]۔

اس تمام عہد مین ہندوؤن کی تعلیم روز بروز ترقی کرتی گئی، فارسی دانی کا ذوق، علوم عربی کی تحصیل کا شوق، شاعری کا مذاق، خطاطی، خوشنویسی، حساب وغیرہ کی تعلیم نہایت عام ہوتی گئی۔ یہانتک کہ اس عہد مین یہ نظر آتا ہے کہ ہر شریف ہندو کچھ نہ کچھ لکھا پڑھا تھا، یہ تو ہم نہین کہتے کہ مسلمانون کی آمد سے پہلے ہندوستان مین کتابون کے جمع کرنے اور کتبخانون کے قائم کرنے کا شوق نہ تھا۔ کانگڑہ کی فتح مین مسلمانون کو جو کتبخانہ ملا تھا اُسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ لیکن اس عہد مین مسلمانون کی دیکھا دیکھی ہندو شرفا مین کتبخانون کے قائم کرنیکا شوق پیدا ہوگیا۔ تاریخی حوالون کو چھوڑ کر آج ہندوؤن کے جو قدیم شریف گھرانے موجود ہین وہان عربی اور فارسی کتابون کے چند فرسودہ جلدین کسمپرسی مین پڑی ہوئی ملین گی۔ بڑے بڑے ہندو امرا کے ایوانون مین دیگر سامان آرائش کے ساتھ ساتھ کتبخانہ کا وجود بھی لوازم ریاست سے سمجھا جاتا تھا، لاہور، دلی، لکھنؤ، پٹنہ، اور ڈھاکہ مین ایسے بکثرت گھرانے ملین گے، پٹنہ مین اسوقت دو ایک ایسے قدیم ہندو رئیس موجود ہین جنکے ہان عربی کتابون کے نوادر نسخے ابتک موجود ہین اور انکو اسقدر عزیز ہین کہ وہ انکو جدا نہین کرسکتے، راجہ شتاب رائے ناظم بہار کے خاندان مین اس قسم کا ایک نادر کتبخانہ موروثی چلا آتا ہے۔

آیندہ نمبر مین اس مضمون کے ہلکے خاکہ مین کسیقدر رنگ آمیزی کرنا ہے۔

---

[1] سبحۃ المرجان آزاد۔

اسلام اور نصرانیت کی کشمکش مملکت روس مین

ان مع العسر یسرا

دور ثانی

(۲)

از مولانا عبد السلام ندوی

روس مین مصیبت زدہ اسلام کا پردرد افسانہ تم سُن چکے ہو، لیکن دو سو برس کے بعد یہ ٹریجڈی ختم ہوگئی، اور کیتھرائن ثانی کے زمانہ سے ایک نیا دور شروع ہوا، جسکو سلاطین روس کے زمانہ سے وہی نسبت تھی جو حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد کو خلفاے بنوامیہ کے زمانہ سے تھی،

کیتھرائن نے مسلمانون کو جو مذہبی آزادی عطا کی اسکے مختلف اسباب بیان کئے جاتے ہین، ایک عام سبب تو اسکا طبعی عدل وانصاف تہا، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مسلمانون نے خود ہی اسکی زنجیر عدالت کی سلسلہ جنبانی کی، اور انکے فریاد وفغان نے اسکو انکے حال زار کی طرف متوجہ کیا، مسلمان روس نے اسکی زنجیر عدالت کو جس طرح ہلایا اور جطرح اسکے کانون مین انکی پردرد صدائین پہنچین اسکی داستان نہایت پردرد ہے، یہ مظلوم گروہ جب اسکی دربار عدالت مین پہنچا، اور اپنا مرافعہ کرنا چاہا تو ارکان سلطنت نے سخت مزاحمتین کین، اور انکے منھ بند کرنیکے وہی جابرانہ طریقے اختیار کئے جو ایک مدت سے انکی نہ صرف عادت بلکہ طبیعت ثانیہ بنگئے تھے، یہ مظلوم گروہ اسلئے گیا تہا کہ گذشتہ ظلم واستبداد سے رہائی حاصل کرے، لیکن ابتدائی نتیجہ بالکل برعکس نکلا، حکام ووزراء نے انکو تیرہ وتار کوٹھریون مین قید کردیا، بھوک پیاس، اور عقوبت جسمانی غرض ہر طرح کی تکلیفین پہنچائین، اور انکی آواز کو کسی طرح کیتھرائن کے

کانون تک پہنچنے نہین دیا، لیکن حق وانصاف کی روشنی تیرہ وتار مقامات مین بھی پہنچ ہی جاتی ہے

کیتھرائن کا عام معمول یہ تہا کہ وہ خود قیدخانون کا معائنہ کرتی تھی، اور مظلوم قیدیون کے حالات سے واقفیت بہم پہنچاتی تھی، لیکن حکام نے مسلمانون کو تمام قیدیون سے الگ ایک ایسے کنج تنہائی مین قید کیا تہا کہ آفتاب کی روشنی کی طرح کیتھرائن کی تجسس نگاہین بھی وہانتک نہین پہنچ سکتی تہین، لیکن ایک روز ایک مسلمان سنتری جیلخانے کے پہرے پر متعین ہوا اور اسکو مسلمانون کی اس مصیبت کا حال معلوم ہوگیا، یہ غریب جن کوٹھریون مین قید تھے، انمین صرف ایک روشندان تہا، سنتری کے مشورہ سے ان لوگون نے اس روشندان مین ایک رسی لٹکا دی اور سنتری نے انسے وعدہ کرلیا کہ جب کیتھرائن جیلخانہ کے معائنہ کے لئے آئیگی تو وہ گھنٹی کی رسی ہلائیگا جسکی آواز انکو ملکہ کے آنیکی خبر دیدیگی، چنانچہ جب ملکہ آئی تو سنتری نے اپنا وعدہ پورا کیا، مسلمانون نے گھنٹی کی آواز سنی تو ہم آہنگ ہوکر سب نے شور وشغب کرنا شروع کیا ملکہ نے یہ پردرد آواز سُنی تو حقیقت حال کی تحقیق کرنا چاہی، وزراء نے اگرچہ اس راز پر پردہ ڈالنا چاہا لیکن سنتری نے تمام کچا چٹھا کھول کے رکھدیا، ملکہ نے ان کوٹھریون کا دروازہ کہلوایا تو بعض مُردہ بعض نیم جان، اور بعض زرد رو قیدی نظر آئے، اس نے انکو باہر نکلوایا اور حقیقت حال دریافت کرنیکے بعد ان کو مذہبی آزادی کا فرمان عطا کیا،

ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب اس نے جزیرہ کریمیا کے لئے دولت عثمانیہ سے جنگ کرنا چاہی تو اسکو خیال پیدا ہوا کہ اگر مسلمانون کے ائتلاف قلب کی کوئی تدبیر نہ نکلیگی تو ایک طرف روسی مسلمان اندرونی شورش برپا کرین گے، دوسری طرف بخارا، فرغانہ اور خوارزم کے مسلمان خارجی مشکلات کا سبب ہونگے، چنانچہ اسی سیاسی مصلحت کی بنا پر اس نے مسلمانون کو مذہبی آزادی عطا کی،

بہر حال نیتون کا حال تو خدا کو معلوم، ہمکو صرف نتائج اور عمدہ نتائج سے غرض ہے، اور اسکی حکومت مین مسلمانون کے حق مین جو مفید نتائج پیدا ہوے وہ حسب ذیل ہین،

(۱) عیسائیون نے عیسائیت کی جبری تبلیغ واشاعت کے لئے جو محکمہ اہتدار جدیدہ کے نام سے قائم کیا تھا، اس نے اپریل ۱۷۶۴ء مین ایک فرمان کے ذریعہ سے اسکو توڑ دیا، اور مسلمانون کو ہر قسم کی مذہبی آزادی دی،

(۲) مسلمانون کو مساجد کے تعمیر کرنیکی جو سرکاری ممانعت تھی اسکو منسوخ کردیا، اور عموماً تعمیر مساجد کی اجازت دی، قزان مدت سے مساجد کے وجود سے خالی تھا، لیکن کیتھرائن جب وہان آئی اور مسلمانون نے تعمیر مسجد کی درخواست کی تو اس نے اس درخواست کو بخوشی منظور کیا اور انکو تعمیر مساجد کے لئے ہر قسم کی مدد دی، اب وہان دو جامع مسجدین تعمیر ہوئین، اور اسکے بعد رفتہ رفتہ اور بھی مسجدین بنائی گئین، اس مذہبی آزادی کو دیکھکر قزان کے لاٹ پادری نے بہت کچھ شور وغل کیا، اور کیتھرائن کی خدمت مین ایک درخواست بھیجی جسمین لکھا کہ جب یکا بسہ مین دو مسجدین پہلے سے موجود ہتین تو دوسری مسجدون کی تعمیر کی اجازت کیون دیجاتی ہے، انکے علاوہ انھون نے دو پختہ مسجدین اور تعمیر کی ہین، اور ان پر بلند منارے قائم کئے ہین، دن مین متعدد بار ان منارون پر چڑھکر اللہ اللہ کرتے ہین جس سے لوگون کو وحشت ہوتی ہے، اسپر طرہ یہ کہ یہ دونون مسجدین دو گرجون سے متصل ہین، حالانکہ اس قسم کی آزادی اُن فرمانون کے مخالف ہے جو ۱۷۴۹ء، ۱۷۵۱ء، ۱۷۵۳ء مین صادر کئے گئے تھے، اور انکے ذریعہ سے مسلمانون کو مساجد کی تعمیر کرنے اور عیسائیون کے ساتھ میل جول پیدا کرنے، اور انکی جائداد کے خریدنے کی ممانعت کیگئی تھی، لیکن اب مسلمان ان فرمانون کی عام مخالفت کر رہے ہین، اور جو لوگ پہلے بجبر عیسائی بنائے گئے تھے وہ پھر اسلام کی طرف لوٹ رہے ہین، اگر تعمیر مساجد سے چارہ نہین تو مسلمانون کو

شہر سے باہر بلا منارہ کے مساجد کی تعمیر کی اجازت دینا کافی تھا، لیکن کیتھرائن نے اس مذہبی احتجاج کی مطلق پروا نہین کی، اور جواب مین صاف صاف لکھدیا کہ مین تمام مخلوق کو جنکو خدا نے بفرقہ مختلف الطبائع پیدا کیا ہے، ایک مذہب کے قبول کرنے اور دوسرے کے چھوڑنے پر مجبور نہین کرسکتی، اور یہ میرے فرائض مین بھی داخل نہین میری حکومت صرف زمین تک محدود ہے فضاے آسمانی میرے زیر اثر نہین ہے، اسلئے مین فضا مین منارون کے قائم کرنے سے کسیکو روک نہین سکتی، ہر شخص جس زبان مین چاہے اپنے خدا کو پکار سکتا ہے، اور میرا مقصد صرف یہ ہے کہ عیسائی اور مسلمان دونون مین میل جول پیدا ہو، دونون حسن معاشرت کے ساتھ زندگی بسر کرین، اور میرے احکام کی پابندی دونون اپنے اوپر فرض سمجھین۔

کیتھرائن کا یہ فرمان صادر ہوا تو اب مسلمانون کو مدارس کے قیام اور مساجد کی تعمیر کا اور حوصلہ پیدا ہوا، اور انھون نے جہان چاہا نہایت آزادی کے ساتھ اپنے علمی اور مذہبی مرکز قائم کئے،

(۳) کیتھرائن نے نہ صرف مسلمانون کو تعمیر مساجد کی اجازت دی بلکہ سرکاری روپیہ سے خود بھی بہت سی مسجدین تعمیر کروائین، اور نبرگ مین ایک کاروان سراے اور ایک مسجد تعمیر کی، نہر ترویکی مین ایک مسجد بنوائی، اور ان دونون مسجدون کے مصارف کے لئے ایک رقم خاص مقرر کردی، اسی طرح درخنوی، اور اسکی، اور پیٹر پادل مین مسجدین تعمیر کروائین،

(۴) اس نے مسلمانون مین تعلیم کی بھی بہت کچھ اشاعت کی، علماے قزان کو وظائف دیکر قزان کے خانہ بدوشون مین بھیجا، کہ انکو تعلیم و تربیت دین، بخارا مین جیب خاص سے ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کرایا، اور جب وہ تعمیر ہوچکا تو اسکے معائنہ کے لئے خود اپنی طرف سے ایک سفیر کو روانہ کیا،

(۵) مسلمانون کے مذہبی امور کی تنظیم اور اصلاح کے لئے اس نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ ایک محکمہ، محکمۂ جمعیۃ الاسلامیہ کے نام سے قائم کیا، اور اسکے لئے خود پریسیڈنٹ منتخب کیا، اور

صوبہ قزان کے دو تین علمار اسکے رکن مقرر ہوے، ۱۲۰ اروبل انکا سالانہ وظیفہ مقرر ہوا، اور محکمہ کے لیے بہت سے محرر، پرائیوٹ سکریٹری، دربان، اور ترجمان مقرر کیے گئے، جو پہلے روسی تھے مگر اب سب کے سب مسلمان ہین، اس محکمہ کے قائم ہونے سے مسلمانون کو ائمہ، مدرسین، اور موذنین کے عزل ونصب، اور مساجد کی تعمیر، اور مکاتب ومدارس کے قیام کا خود اختیار حاصل ہوا، اسمین نہ حکومت سے اجازت لینے کی ضرورت تھی، نہ خود حکومت اسمین کسی قسم کی مداخلت کر سکتی تھی، یہی ائمہ ومدرسین ترکات شرعیہ کی تقسیم کرتے تھے، اور اسمین حکومت کو مداخلت کا کوئی حق حاصل نہ تھا، لیکن کیتھرائن نے جب مسلمانون کو ہر قسم کی مذہبی آزادی عطا فرمائی تو انکی مذہبی حالت کی تنظیم واصلاح کے لئے شہر اوفا مین جو مسلمان آبادی کا مرکزی صوبہ ہے، اس محکمہ کو قائم کیا اور وہان کے گورنر کے پاس ایک فرمان بہیجا، جسمین لکھا کہ ائمہ ومدرسین امتحان کے بعد مقرر کیے جائین اور انکو ان عہدون کے تقرری پر سرکاری فرمان عطا کیا جائے، اور صوبہ کے حکام کو اسکی نگرانی کا حق حاصل ہو،

۲۲- ستمبر ۱۷۸۸ع کو یہ فرمان صادر ہوا تہا، اور ۴ دسمبر ۱۷۸۹ کو اوفا کے گورنر نے اسکا افتتاح کیا، اور کیتھرائن کو اسکے افتتاح کی اطلاع دی، اس محکمہ کا کام مسلمانون کی عام مذہبی معاملات مثلاً نکاح، طلاق، وراثت کی تقسیم، ائمہ، خطبار، مدرسین، اور موذنین کی تعین انکے اخلاق وعادات اور خدمات کی نگرانی اور انکا عزل ونصب ہے، جو مسلمانون کی راے، مشورہ، اور امتحان وانتخاب سے ہوتا ہے اور اسپر انکو شاہی فرمان ملتا ہے،

مسلمانون نے بھی کیتھرائن کے ان احسانات کی نہایت قدر کی، چنانچہ وہ لوگ ابتک اسکا نام نہایت محبت سے لیتے ہین، اور انکی عورتین ان سکون کو نہایت متبرک سمجھتی ہین جن پر کیتھرائن کی تصویر ہوتی ہے،

حاضر المصریین

او

سرتاخرہم

از مولانا عبد السلام ندوی

مسلمانو! تم اپنی قدیم تاریخ کا ایک ایک حرف تو پڑھ چکے ہو، لیکن کبھی تم نے اپنی موجودہ تاریخ کی ورق گردانی بھی کی ہے؟ شاید تم کہو کہ ہمارے پاس موجودہ تاریخ کی کوئی کتاب ہی نہین، ورق کس چیز کا الٹین؟، اخبارات ہماری حالت پر مرثیہ خوانی کرتے ہین، اور ہم جنگ کی خبر دل سے فارغ ہو کر اس درد انگیز باب کی ایک ایک فصل پڑھ لیتے ہین، خطباے قوم ہماری حالت پر ماتم کرتے ہین، اور ہم انکی پر اثر ہین کو سنکر سینہ کوبی کر لیتے ہین، یہی ہماری موجودہ تاریخ اور یہی ہماری موجودہ حالت کا نتیجہ ہے، اگر اسکے علاوہ کوئی تاریخی سرمایہ موجود ہے تو وہ ہمارے سامنے آے، ہماری آنکھون مین آنسوؤن کے چند قطرے اب بھی باقی ہین،

تمہارا یہ عذر ایک حد تک بے شبہہ صحیح ہے، ہندوستان مین قومی ترقی وتنزل کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے، ہر فرقہ نے دوسرے گروہ کو اسکا ملزم قرار دیا ہے، علمار نے جدید فرقہ کو برا بھلا کہا ہے، جدید فرقہ نے علمار کے جبہ ودستار کی طرف دست تطاول دراز کیا ہے، غربا نے امرار کی بے پروائیون کی شکایت کی ہے، اور امرار نے غربار کے مفت خوری پر لعن وطعن کیا ہے، لیکن کسی نے ان معلومات کو کتاب کی صورت مین یکجا جمع نہین کیا کہ ہماری موجودہ تاریخ کا ایک ایک واقعہ دنیا کے سامنے مجموعی طور پر آجاتا، لیکن تمام دنیا اور تمام قومون کی حالت یکسان نہین ہے، یورپ مین مختلف قومین آباد ہین، ایشیا مین مختلف قومین سکونت گزین ہین، اور سب کو اپنی قوم کی

تنزل کی شکایت ہے، لیکن تم کو عبرت کے ساتھ یہ انشا پردازانہ فقرہ سننا پڑیگا کہ انکا تنزل بھی ہمارے تنزل سے زیادہ ترقی یافتہ، اور انکا درد بھی ہمارے مرض سے زیادہ سیج ہے،

دنیا مین دو قومین ہین، جنکی صورت اگر شراب کے شیشہ مین دیکھی جاے تو یکسان نظر آتی ہے، ایک عیاش مسلمان، دوسرا میخوار فرانس، مشرق مین مسلمانون کا تنزل ضرب المثل، اور یورپ مین فرانس کا تنزل عام طور پر مشہور ہے، دونون کو اپنے تنزل کا احساس ہے، اور دونون اپنی اپنی حالت پر ہاے واے کرتی ہین، لیکن دونون کا طریقۂ ماتم مختلف ہے،

فرانس مین مختلف لوگون نے اپنی قوم کے تنزل کا احساس کیا، اور اس موضوع پر متعدد کتابین لکھین، جنمین قومی ترقی و تنزل کے وہ اصول بتاے، جو آج تمام دنیا کیلئے مشعل ہدایت بن سکتے ہین، انہی مین ایک کتاب کا نام "انگریزون کی ترقی کا راز" ہے، جسمین فرانس اور انگلستان کے تنزل و ترقی کا واقعات کی بنا پر مقابلہ کیا گیا ہے، اور فرنچ قوم کے تنزل اور انگریزی قوم کے ترقی کے علل و اسباب بتاے گئے ہین، مصر کے مشہور مترجم احمد فتحی زغلول پاشا نے عربی مین اسکا ترجمہ کیا، جسکا نام "سر تقدم الانکلیز السکسونین" رکھا، چونکہ اپنے موضوع کے لحاظ سے یہ بالکل نئی کتاب تھی، اور مصنف نے فرنچ قوم کی تنزل کے جو اسباب بتائے تھے، وہی مصری قوم پر بھی محیط و متسلط تھے، اسلئے نہایت مقبول ہوئی، اور اس کتاب کی اشاعت کا سب سے زیادہ مفید اثر یہ پڑا کہ بعض لوگ خود اپنے تنزل کے اسباب و علل کے دریافت کرنیکی طرف مائل ہوے، اور عام مضامین کے ساتھ اس قسم کی اجتماعی تصنیفات کا آغاز ہوا،

اس سلسلہ مین دو کتابین تصنیف ہوئین، جنمین ایک کا نام "نحن والرقی" یعنی ہم اور ترقی، اور دوسرے کا "حاضر المصریین" او سر تاخرہم" یعنی مصریون کا زمانۂ حال یا انکی تاخر کا راز ہے،

اسوقت یہ دونون کتابین ہمارے پیش نظر ہین اور ہم انکے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہین،

اس قسم کی کتابون کے لئے سب سے ضروری شرط یہ ہے کہ قومی ترقی کے تمام عناصر نہایت استقصار کے ساتھ جمع کئے جائین، اور صرف واقعات کی بنا پر انکے نقائص دکھلاے جائین، اور اسکے ساتھ اگر ممکن ہو تو پہلو بہ پہلو گذشتہ تاریخ کے شاندار واقعات کا بھی تذکرہ کیا جاے تاکہ دریا کے جزر و مد دونون کا منظر سامنے آجاے، لیکن یہ ایک ایسا وسیع موضوع اور کثیر الاجزار کام ہے، جسکو صرف ایک ترقی یافتہ قوم کے افراد کر سکتے ہین، اور صرف ترقی یافتہ ممالک مین انکی تکمیل کے اسباب مہیا ہو سکتے ہین، اس بنا پر ہمنے ان دونون کتابون کو پڑہا تو موضوع کی اہمیت کے لحاظ سے ہمکو بہت کم سرمایہ ہاتھ آیا، نحن والرقی مین تو لفاظی کے سوا کچھ نہین، اسکی حیثیت بالکل عامیانہ اخباری مضامین کی ہے، اور خود مصنف نے اسکو المؤید کے لئے ایک سلسلۂ مضامین کی صورت مین لکھنا شروع کیا تھا، جسکو بعد مین کتاب کی صورت مین شایع کردیا، لیکن حاضر المصریین نسبتۂ اس سے ہے، اس کتاب مین قوم کے تین طبقے قائم کئے گئے ہین، امرار، غربا، اور فرقہ متوسطہ، اور انکے متعلق حسب ذیل عنوانات مین بحث کیگئی ہے،

(۱) امرار اور عصبیت، (۲) امرار کی شادیان،

(۳) دو متمول میان بیوی مین محبت، (۴) دو متمول میان بیوی مین معاشرت،

(۵) امرار کے بچون کی تربیت، (۶) امرار کے بچون کی تعلیم،

(۷) امرار کے لڑکیون کی تعلیم، (۸) امرار کے بچے اور عربی زبان،

(۹) امرار کے بچے اور مذہب (۱۰) پدرانہ محبت،

(۱۱) امرار کے بچون کی جدید عادتین، (۱۲) امرار کے اوہام،

(۱۳) گذشتہ امرا کی سخاوت، اور موجودہ امرار کا بخل،

(۱۴) متمول باپ، متمول بچون کی نگاہ مین (۱۵) امرار اور موت،

(۱۶) ماں باپ کی موت کے بعد امیر بچون کا طرز زندگی،

(۱۷) امراء کے لڑکون کے مقدمے، (۱۸) امراء کے ویران شدہ مکانات،

(۱۹) مجلس احتساب اور امراء کے بچے، (۲۰) قوم کا متوسط طبقہ،

(۲۱) جامع ازہر اور ازہری، (۲۲) علماء،

(۲۳) وعظ اور واعظ، (۲۴) قرآن اور فقہاء،

(۲۵) شرعی محکمے اور انکی موجودہ حالت، (۲۶) مدارس اور تعلیم، ابتدائی مدارس،

(۲۷) سکنڈری مدارس، (۲۸) مدارس عالیہ،

(۲۹) لڑکیون کے مدرسے، (۳۰) انجمنین،

(۳۱) ملازمت اور ملازمت پیشہ لوگ، (۳۲) تجارت،

(۳۳) صنعت، (۳۴) مطابع اور انکا گذشتہ فائدہ اور موجودہ نقصان،

(۳۵) تصنیفات اور مصنفین، (۳۶) مفید کتابین،

(۳۸) کتاب سر تقدم الانکلیز السکسونین، وتحریر المراۃ اور مراۃ جدیدہ،

(۳۹) سیاست، (۴۰) مصر کے سیاسی اخبارات،

(۴۱) علمی رسالے، (۴۲) دینی رسالے،

(۴۳) اخبارات کے متعلق خلاصۂ مباحث، (۴۴) وطن اور وطنیت،

(۴۵) مشرقی اصطلاح مین وطنیت اور انکی بدبختی کا سبب،

(۴۶) مذہب اور وطنیت مین عدم تناقض، (۴۷) مصریون کی مصلحت کی حقیقت،

(۴۸) فضول خرچی، (۴۹) پرجوش ترانے،

(۵۰) نوجوانون کی ضرورت، (۵۱) غرباکون لوگ ہین،

(۵۲) غرباکی شادیان، (۵۳) غرباء اور انکے بچے،

(۵۴) غریب مائین اور بچون کا علاج (۵۵) غرباء کے اولاد کی تعلیم

(۵۶) غرباکی کتابین، (۵۷) محبت اور غرباء،

(۵۸) بزدلی اور غرباء کی بےہمتی، (۵۹) غرباء کے پیشے،

(۶۰) پیشہ ور غرباء، (۶۱) غرباء کا مذہب اور تعصب،

(۶۲) اہل طرق وصوفیہ کی موجودہ حالت، (۶۳) غرباء اور مولود،

(۶۴) عید اور غرباء، (۶۵) فقراء کی شب بیداریان،

(۶۶) غرباء اور منشیات، (۶۷) غرباء کے اوہام،

(۶۸) بازار اور غرباء، (۶۹) مریض غرباء،

(۷۰) غرباء کا ماتم، (۷۱) موجودہ تربیت،

(۷۲) حکومت سے مطالبہ، (۷۳) اوقاف اسلامیہ اور اسکی موجودہ حالت،

یہ کتاب سنہ ۱۹۰۲ء مین شایع ہوئی ہے، اسلئے یہ نہین کہا جاسکتا کہ اسوقت سے لیکر اسوقت تک کیا کیا ترقیان اور کیا کیا اصلاحین ہوئی ہین، تاہم اس زمانہ مین جو حالت تھی اسکے متعلق ہم ان عنوانات کے متعلق بعض واقعات درج کرتے ہین،

امراء

مصر کے دولتمند طبقہ کی حالت ہندوستان کے امراء سے بہت کم مختلف ہے، ہندوستان مین ہمکو امراء سے جو شکائتین ہین وہی مصنف کو مصر کے امراء سے ہین، شادی بیاہ مین وہی اسراف مصر کے امراء کرتے ہین جسمین ہندوستان کے روساء مشہور ہین، جدید تمدن نے اسپر یہ اضافہ کیا ہے کہ اب دو طرح کے سامان عیش ونشاط کئے جاتے ہین، ایک مشرقی طرز پر، دوسرا مغربی اسلوب پر، اس دوسرے قسم مین شراب وکباب بھی داخل ہین، اور اسمین غیر معمولی مصارف

برداشت کرنے پڑتے ہین،

عموماً امراء کے لڑکے نکاح سے پہلے کسی عورت پر فریفتہ ہوتے ہین، نکاح کا وقت آتا ہے تو بی بی کی طرح معشوقہ کو بھی گران قیمت تحائف کے ساتھ رخصت کرنا پڑتا ہے، بسا اوقات دل پر عشق کا ایسا تسلط ہوجاتا ہے کہ معشوقہ کے کہنے سننے سے معصوم بی بی کو طلاق دینا پڑتی ہے،

مصر کی زبان اگرچہ عربی ہے، تاہم جس طرح ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگ اردو کے بجاے زیادہ تر انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہین، اسی طرح امراء مصر بھی اب عربی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، اور اسکی جگہ غیر زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہین، امراء کی مذہبی حالت جس طرح ہندوستان مین ابتر ہے، اسی طرح مصر کے امراء بھی فرائض مذہبی سے غافل و بے پروا ہین،

یورپین اخلاق وعادات ہندوستان سے زیادہ امراے مصر مین سرایت کرتے جاتے ہین یہانتک کہ وہ لوگ نہایت کثرت سے اپنی اولاد کے نام انگریزی رکھتے ہین، مثلاً ایک صاحب نے اپنے لڑکے کا نام کچنر احمد رکھا، اور دوسرے صاحب نے اپنی لڑکی کو وکٹوریا احمد کے نام سے موسوم کیا، ہندوستان کی طرح مصر کے امراء بھی وہم کے مرض مین مبتلا ہین، وہم ہی کے بنا پر منگل کے روز دودہ اور مچھلی نہین کہاتے، کیمیا کے بنانے مین ہزارون امیر گھرانے تباہ ہوگئے، کاہن اور منجم سے عموماً حالات پوچھے جاتے ہین، یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے شعبدہ گر لوگ تمام ملک مین نہایت کثرت سے پھیلے ہوے ہین، اور طرح طرح کے حیلون سے روپیہ وصول کرتے ہین چنانچہ مصنف نے اسکے متعلق بعض عینی مشاہدات درج کئے ہین،

اسراف نے باپ اور لڑکے کے تعلقات اسقدر ناخوشگوار کردیئے ہین کہ بہت سے لڑکے باپ کی موت کے متوقع رہتے ہین، کہ باپ کے بعد وراثت کا روپیہ اڑانیکے لئے ہاتھ آئے، چنانچہ ایک امیر کا لڑکا جب باپ کی موت کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا تو چار ہزار گنی قرض لی

اور اس سے سامان تفریح خریدے، لیکن جب باپ کی موت مین تعویق ہوئی اور روپیہ صرف ہوگیا تو مہاجن اور صاحبزادے دونون باپ کی موت کی دعا مانگنے لگے، ایک اور سعادتمند لڑکے نے پستول کو مان کی چھاتی کے سامنے کرکے کہا کہ اسقدر روپیہ دیدو ورنہ تمھارا اور تمھارے ساتھ اپنا کام بھی تمام کردونگا، آخر کار غریب مان کو یہ رقم دینی ہی پڑی،

اسلام نے اگرچہ ماتم کرنیکی ممانعت کی ہے، لیکن مصر مین جب کسی امیر کا انتقال ہوتا ہے تو ایک بڑا حلقۂ ماتم قائم کیا جاتا ہے، تمام ہمسایے کی عورتین، پریشان مو، برہنہ سر شور وغل کرتی ہوئی آتی ہین، اور گھر مین بیٹھ بیٹھ کر زور زور سے روتی ہین، حالانکہ قبطیون نے اس قسم کے ماتمی طریقون کو بالکل موقوف کردیا ہے،

باپ کے مرنے کے بعد نوابان لکھنؤ کی طرح وہان کے امراء بھی اپنا تمام وقت اور اپنی تمام دولت قمار بازی، مرغ بازی، اور مینڈھے بازی مین صرف کرتے ہین، ایکبار انکو جوے مین جو نقصان اٹھانا پڑا اسکی تعداد فی کس بارہ ہزار گنی پڑی،

امراء کے مقدمات زیادہ تر فوجداری کے ہوتے ہین، اور جن جرائم کے متعلق انپر مقدمات چلتے ہین انکا تعلق زیادہ تر فاحشہ عورتون کے ساتھ ہوتا ہے،

ان تمام افعال شنیعہ کا نتیجہ یہ ہے کہ امراء کے خاندان روز بروز تباہ ہوتے جاتے ہین، انکی دولت برباد ہوتی جاتی ہے، اور انکے قصر و محل جو انکے آباء واجداد کی عظمت کا منارہ بلند کرتے تھے، گرتے جاتے ہین، چنانچہ پانچ سال کی مدت مین امراء کے جو مکانات منہدم ہوے، مصنف نے نہایت عرقریزی سے انکا ایک نقشہ تیار کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مدت مین ۳۶۳ مکان منہدم ہوے، یعنی ہر پانچوین دن کسی نہ کسی امیر کا کوئی نہ کوئی گھر ویران ہوا،

ان اسرافات کے انسداد کے لئے مصر مین مجالس حسبیہ قائم ہوئین جنکو کورٹ آف
وارڈس کہا جاسکتا ہے، مصنف نے ایک سرکاری ذریعہ سے پتہ چلایا تو معلوم ہوا کہ اسوقت
جو امرا، کورٹ آف وارڈس کے رو سے ممنوع الاختیار ہین انکی تعداد دو سو سے زیادہ ہے،
اور ہر ایک کسی نہ کسی بداخلاقی پر مسلوب الاختیار ہوا ہے، اگر یہ فرض کیا جاے کہ ان مین ہر
ایک کے باپ نے دس ہزار گنی وراثت مین چھوڑی تھی تب بھی یہ تعداد دس لاکھ تک
پہنچ جاتی ہے،

طبقۂ متوسطہ

طبقۂ متوسطہ کی حالت بھی ہندوستان کے طبقۂ متوسطہ کے مشابہ ہے، مثلاً مصر کے
مدارس مین سب سے بڑی چیز جامع ازہر ہے، جو لوگ اسکا نام سنتے ہونگے، اسکی عظمت سے
کانپ جاتے ہونگے، لیکن اسکی حالت بھی ہندوستان کے عربی مدارس سے کچھ ممتاز نہین،
جو حالت ہندوستان کے عربی طلبہ کی ہے، وہی ازہر کے طلبار کی بھی ہے، ایکبار ازہر کے
طلبار مین یہ بحث چھڑ گئی کہ "عمر" منصرف ہے یا غیر منصرف، اس بحث مین طلبار نے اپنے
وقت اور اپنے قواے دماغیہ کا بڑا حصہ صرف کیا لیکن نتیجہ غیرون کے طعنہ آمیز تبسم کے سوا
کچھ نہین نکلا،

طلبار کی اخلاقی حالت بھی سخت ابتر ہے، سیاح جب اس شاندار مدرسہ کے در و دیوار پر
نظر ڈالتا ہے تو اسکو جابجا مختلف اعلانات نظر آتے ہین، کسی مین لکھا ہوتا ہے کہ میری نقدی
چوری گئی، کسی مین کتاب کے ضایع ہوجانیکی شکایت ہوتی ہے، کسی مین جوتے کے گم ہونے کا
گلہ کیا جاتا ہے، مصنف نے لکھا ہے کہ مین ایکبار ازہر مین گیا تو اس قسم کے دس اعلان
نظر سے گذرے،

طلبار مین صفائی و نظافت نام کو بھی نہین پائی جاتی، صحن مسجد مین تمام طلبہ حلقہ

باندھ کے بیٹھتے ہین، اور اسی مین ترشتے ہوے بال اڑتے پھرتے ہین، اور اسی مین روٹیان
سکھلائی جاتی ہین، طلبار کو غسل کا اتفاق بہت کم ہوتا ہے، یہی طلبار عالم ہو کر نکلتے ہین تو انکی
اخلاقی حالت اور بھی ابتر ہوجاتی ہے، امرار کے تملق و خوشامد سے انکو مطلق شرم نہین آتی،
وعظ کہتے ہین تو عجیب و غریب موضوع حدیثین بیان کرتے ہین،

مصر ایک اسلامی ملک ہے، اسلئے یہان ہر مذہبی چیز کو باعظمت ہونا چاہیئے لیکن
جب قوم کی حالت پست ہوجاتی ہے تو کوئی چیز بلند نہین ہوسکتی، مثلاً محاکم شرعیہ یعنی مذہبی عدالتین
خالص مذہبی چیز ہین، اور بالکل مذہبی اصول پر اپنے احکام صادر کرتی ہین، لیکن مصر مین انکی
حالت سخت ابتر ہے، مفتی محمد عبدہ نے انکے متعلق ایک رپورٹ لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے،

"جب تم کسی کنشری کی کچہری مین جاؤ اور اسمین محکمۂ شرعیہ کو ڈھونڈھو تو وہ بدترین حالت مین
نظر آئیگا، فرش نہایت پرانا اور میلا ہوگا، کرسیان ٹوٹی ہوئی ہونگی، محررون کو روشنائی
خود اپنے دام سے خرید کرنی پڑتی ہے، مین نے ایک یادداشت دیکھی جسکی سطرین روشنائی کی
خرابی سے جابجا سے اڑی ہوئی ہیتن، جو محرر ہین ان مین اکثر صحیح طور پر لکھنا نہین جانتے اقضاۃ
اکثر مسائل شرعیہ کے عالم اور عادل نہین ہوتے، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ فیصلہ کے بجاے
مصالحت زیادہ تر کرواتے ہین، اگرچہ فریقین صلح کے لئے راضی نہین ہوتے،

مصر کا پہلا مطبع بولاق ہے، جو ۱۲۳۶ھ مین قائم ہوا، اسکے بعد بہت سے لوگون نے مطابع
قائم کئے، جنکا مقصد حدیث، تفسیر، اور تاریخ کی کتابون کا شایع کرنا تھا، لیکن چند ہی دنون کے
بعد یہ حالت بدل گئی، اور مطبع والون نے عوام کے مذاق کے مطابق، ناول، ڈرامے، قصص حکایات
کی کتابین چھاپنا شروع کردین، البتہ شام کے مطابع اس بلا سے محفوظ رہے، اور انھون نے
عمدہ کتابین شایع کین، چنانچہ پانچ سال کی مدت مین مصر سے جو کتابین شایع ہوئین انکی فہرست یہ ہے

ناول اور قصے	۷۵	تاریخی کتابین	۱۹
لٹریری کتابین	۱۵	مذاق وظرافت کی کتابین	۹
سیاسی کتابین،	۴	ریاضیات	۳
تربیت،	۲	امثال وغیرہ	۲
فنون لطیفہ،	۳	دینی رسالے	۹
قبطی اور ہیروغلیفی لغت پر،	۴	زراعت	۲
مرثیہ،	۶	دیوان	۴
انشاء	۲	تراجم	۳
حقوق اور قانون،	۲	طب	۲
علم الآثار	۲		

فقراء وغرباء

لیکن غرباء کی حالت ہندوستان کے غرباء سے بہت کچھ مختلف اور امراء سے زیادہ قابل اصلاح ہے، مثلاً نکاح کے بعد اور بی بی کی رخصتی سے پہلے تمام لوگ چند رات جاگ جاگ کے راگ اور باجے کے ساتھ خوشی مناتے ہین، پھر جب دولہا بی بی کی رخصتی کیلئے روانہ ہوتا ہے تو ساتھ ساتھ ایک عجیب غیر مہذب جلوس نکلتا ہے، آگے آگے برہنہ تن کشتی بازون کی ایک جماعت ہوتی ہے، پھر اسکے بعد باجے والے ہوتے ہین جو کبھی پاپیادہ اور کبھی اونٹون پر سوار ہوکر چلتے ہین، اُنکے پیچھے تخت رواں چلتا ہے، بہت سے لوگ متحرک گاڑیون پر ہینگ وغیرہ کا انتظام کرتے ہین، اس طرح جب بی بی رخصت ہوکر آتی ہے تو بہت سی جاہلانہ رسمین ادا ہوتی ہین، مثلاً دولہا دلہن کے ہاتھ چومتا ہے، اور اسکے مُنہ سے نقاب اُلٹتا ہے، اگر بی بی شرما کر اس سے زبار کرتی ہے تو اسکو پلنگ مین باندھ دیا جاتا ہے،

غرباء بالخصوص دیہاتون مین باوجود غربت کے کثرت ازدواج کا عام رواج ہے، جسکی وجہ سے میان بیوی کی زندگی سخت بے لطفی کے ساتھ بسر ہوتی ہے، بہت سی عورتین بغیر طلاق کے اپنے شوہرون کو چھوڑ دیتی ہین، اور مختلف اشخاص کے ساتھ اسی طرح لاابالیانہ زندگی بسر کرتی ہین،

جو لوگ محکمۂ شرعیہ کی طرف سے نکاح پڑہانے کے لئے مقرر ہین، وہ اس قسم کے موقعون پر عجیب عجیب بد دیانتیان کرتے ہین، ایک قاضی نے ایک عورت کے ساتھ ایک شخص کا نکاح پڑہایا، اسکے چند ہی دنون کے بعد اس عورت کے دوسرے شیدائی نے قاضی صاحب کو کچھ نقدی دی اور اپنا نکاح اس سے پڑہوالیا، عدالت مین مقدمہ پیش ہوا تو فیصلہ یہ ہوا کہ عورت دونون شوہرون مین سے جسکو چاہے اختیار کرلے اور قاضی موقوف کیا جاے، یہی آزاد وش عورتین ہین جو طرح طرح کی اخلاقی برائیون مین مبتلا ہوتی ہین اور اسلام کو بدنام کرتی ہین،

ان تمام برائیون کا سرچشمہ صرف فقر وافلاس ہے، اسلئے مفتی محمد عبدہ نے اسکی اصلاح کی صورت یہ بتائی ہے کہ قاضی صاحب کو نکاح سے پہلے شوہر کے ذرائع معاش کا پتہ لگانا چاہیئے، اور یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ اس نے اس سے پہلے کوئی اور نکاح کیا ہے یا نہین؟ اگر ایک شخص کی مالی آمدنی اسقدر نہین ہے کہ وہ دو بیویون کے نفقہ کا متکفل ہو تو دوسری بیوی اسکا نکاح نہ پڑہانا چاہیئے،

غرباء کے طبقے مین اوہام وخرافات نہایت کثرت سے پہیلے ہوے ہین، اور انکا اثر انکی صحت، اور اخلاق: دونون پر پڑتا ہے، مثلاً اگر کوئی لڑکا مرض کی حالت مین اپنی ناک کھجلاتا ہے تو تمام غرباء عورتین سمجھتی ہین کہ اسکے سر مین کیڑا ہے، اس خیال کا یہ نتیجہ ہے کہ

بہت سے شعبدہ باز پیدا ہو گئے ہین جو گلیون مین پھرا کرتے ہین، اور جب انکے سامنے اس قسم کے لڑکے لائے جاتے ہین تو وہ انکے چہرون پر ہاتھ پھیرتے ہین، اور انکی ناک سے کیڑے گرتے ہین، حالانکہ یہ بالکل شعبدہ بازی ہے، کیڑے خود انکے ہاتھون یا انکی آستینون مین ہوتے ہین،

بچون کو کھانسی یا ہچکی آتی ہے تو عورتین انکو قصائی کے یہان لیجاتی ہین اور وہ انکے گلے پر چھری پھیر دیتا ہے کہ یہی اس مرض کا علاج ہے، بہت سے مقدس مقامات اور بہت سی زیارتگاہین ہین جہان لڑکون کو اس خیال سے لیجاتے ہین کہ انکو شفا حاصل ہوگی،

غربا نے کسب معاش کے لئے جو پیشے اختیار کر رکھے ہین، وہ نہایت قلیل النفع اور ذلیل ہین، مرد دیا سلائی، کتاب، جوتے، پنیر، اخبار اور مختلف پھل بیچتے ہین، اور عورتین پھول، گلاب، دودھ اور شہد وغیرہ فروخت کرتی ہین، اور انکی اخلاقی حالت سخت ابتر ہوتی ہے، باپ، مان، ان ذلیل پیشون مین مصروف رہتے ہین، اور انکی اولاد قہوہ خانون، ہوٹلون اور امرا کے آستانون پر ماری ماری پھرتی ہے، اور طرح طرح کے جرائم مین مبتلا ہوتی ہے،

ان ذلیل پیشون کا جو تدریجی اثر عورتون کے اخلاق و عادات پر پڑتا ہے اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جو لڑکی پہلے پہل بازار مین سودا لیکر نکلتی ہے وہ منہ پر نقاب ڈال لیتی ہے پھر چند ہی دنون کے بعد نقاب چہرہ سے اتر جاتی ہے، اور وہ بیباکانہ اکڑتی ہوئی بازار سے گذرتی ہے، چند دنون کے بعد تو راہ چلتون سے ہنسی مذاق سب کچھ ہوتا ہے، یہانتک کہ وہ اخیر مین ایک فاحشہ عورت بنجاتی ہے،

جس ملک مین جہالت عام ہوتی ہے وہان فقرا و صوفیہ بکثرت پیدا ہو جاتے ہین، مصر کا بھی یہی حال ہے، یہان صوفیہ کے مختلف فرقے ہین، اور ہر فرقہ دوسرے کا مخالف ہے

بعض فرقون نے بعض شہرون کو مخصوص کر لیا ہے اور انکا خیال ہے کہ اس جگہ کے سوا عبادت کسی دوسری جگہ مقبول نہین ہوتی، ان لوگون نے عجیب عجیب اوہام و خرافات پھیلا رکھے ہین، مثلاً جو فرقہ سید احمد بدوی کا معتقد ہے، اسکا خیال ہے کہ سید احمد بدوی کو شیخ رفاعی سے عہد لینے مین عار آیا اور وہ آسمان پر چڑھ گئے کہ خود رسول اللہ صلعم سے عہد لین، شیخ رفاعی کو معلوم ہوا تو انھون نے پیشدستی کی، لیکن ناکامیاب رہے،

[illegible] ہندوستان مین صرف ایک رسول اللہ صلعم کا مولود ہوتا ہے، لیکن مصر مین مختلف اولیا[illegible] اور صوفیہ کے یادگار مین تقریباً ۸۰ مولود ہوتے ہین جنکی تفصیل حسب ذیل ہے،

[illegible]وال	۷	ذیقعدہ	۵	ربیع الاول	[illegible]	ربیع الثانی	۱
جمادی الاول	۱۱	جمادی الثانی	۷	رجب	۱۰	شعبان	۲۸

ان مولودون مین بدعات و مزخرفات کے علاوہ کوئی بداخلاقی ایسی نہین جو نہ ہوتی ہو چوری، شراب نوشی، اچکاپن، نظربازی، زنا اور بدکاری سب کچھ ہوتا ہے اور علانیہ ہوتا ہے۔

تعویذ، گنڈے کے علاوہ مصر کے فقرا مین نہایت کثرت سے مذہبی اوہام پھیلے ہوئے ہین ہندوستان مین تو صرف آدمیون تک ولایت محدود ہے، لیکن مصر مین یہ شرف نباتات اور حیوانات تک کو حاصل ہے، مثلاً اونٹ اگر بلبلاتا اور جگالی کرتا ہے تو مصری لوگ اسکو ولایت کی طرف منسوب کرتے ہین، بڑے بڑے درختون کو نہایت متبرک سمجھتے ہین اور انکو دیکھکر سورۂ فاتحہ پڑھتے ہین اور انکو چومتے ہین، جامع حنفی مین اس قسم کا ایک درخت ہے جسکا نام شیخ خضرہ رکھا گیا ہے اس قسم کے درختون کا مولود بھی ہوتا ہے،

اس قسم کی ہزارون بدعات، ہزارون مزخرفات اور ہزارون بداخلاقیان ہین جنکو مصنف نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے

خطابت

(۲)

اچھے خطیب کے لئے جن چیزون کی ضرورت ہے، ان مین سب سے زیادہ اہم قوتِ تخیل ہے، اور اسمین کوئی شبہہ نہین ہی کہ تقریر کی عمدگی مقرر کی زیادہ تر قوتِ تخیل پر منحصر ہے، ارسطو نے لکھا ہے کہ استعارات کو خطیب، اور تشبیہات کو شاعر زیادہ استعمال کرتے ہین، برک (Burke) کو استعمال استعارات مین بہت کمال حاصل تھا، اور زمانۂ سلف سے ابتک خطبار کا اسپر عملدرآمد چلا آتا ہے،

جذبہ و احساس

علاوہ برین تقریر کے لئے (فیلنگ) احساس وجذبہ کا ہونا بھی شرط ہے اگر تقریر مین کوئی جذبہ نہین ہی توخوب یاد رکھو کہ اسکا دلون پر کوئی اثر نہین ہوسکتا، جذبات کا ہمارے دلون پر اسی وجہ سے اثر ہوتا ہے کہ وہ مقررین کے دل سے اُبھرتے ہین اور اسی وجہ سے دل پر اثر کرتے ہین، مثل مشہور ہے "ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد" شکاریون کو یہ ایک عام وہم ہوتا ہے کہ اگر گولی خون مین ڈبو دیجاے تو وہ کبھی خطا نہین کرتی، ایک بڑے شخص کا قول ہے کہ "جو آدمی اپنی تقریر سے دلون مین آگ نہین پیدا کرسکتا اسکی تقریر اس قابل ہے کہ اسمین آگ لگا دیجائے" جو مقرر کہ سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اسکے لئے یہی ضروری نہین کہ عمدگی کے ساتھ وہ مضمون کو بیان کردے بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ وہ ان مضامین مین خود بھی غرق ہوجاے، ایسی حالت مین اسکی تقریر محض اُپری زبان سے نہوگی بلکہ دل سے ہوگی اور وہ دل مین بیٹھ جائیگی، لارڈ ارسکن

کہا کرتا تھا کہ "خود ہمارا دل ہی چشمۂ بلاغت وخطابت ہے" بہت سے لکچرار اور خطیب جو اس فن مین ناکامیاب رہجاتے ہین، اسکی یہی وجہ ہے کہ جو وہ کہتے ہین اسکو وہ خود محسوس نہین کرتے، اگر آدمی عمدہ خطیب بننا چاہے تو اسکو چاہیئے کہ وہ خود متاثر ہو، جس آگ کو وہ دوسرون کے دلون مین لگانا چاہتا ہے ضرور ہے کہ اسکا بھی دل اس سے خالی نہو، جو استدلال کہ دل سے نہ پیدا ہوا ہو، اسمین ہرگز کوئی تاثیر نہوگی، بیرسٹر جو ملزم کی بے گناہی پر بحث کرتا ہی اگر اسکے دل مین اسکا درد نہین ہی تو یہ یاد رکھو کہ عدالت پر بھی اسکا کوئی اثر نہوگا،

ظرافت

ظرافت ہر خطیب مین ہونا ضروری ہے، اس سے صرف یہی فائدہ نہین ہے کہ سامعین کی طبیعت مین اسکے ذریعہ سے تازگی حاصل ہوجاتی ہے، بلکہ استدلال مین بھی اس سے بہت کچھ زور پیدا ہوجاتا ہے، بہت سے منطقی استدلال اسکے سامنے ہوا ہوجاتے ہین اور مخالف کی پُر زور حجتین چند الفاظ مین بے اثر ہوجاتی ہین، برٹش پارلیمنٹ مین کیننگ کے طنزیہ فقرے[له] قوی استدلال سے بھی زیادہ موثر ثابت ہوتے تھے، اور مخالفین اسکے اس آلہ سے ہمیشہ خائف رہتے تھے، شریڈن (Shridan) کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ اسکی جادو بیانی کا یہ ایک بہت بڑا آلہ تھا، صرف اسکی بدولت ولیم پٹ (William Pitt) اسکو اپنا ایک خطرناک حریف سمجھتا تھا،

فلیڈلفیا کی عدالت مین ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش تھا، وہان کے ایک پٹرسن نامی وکیل نے تین روز تک مسلسل اسمین بحث کی، فریق ثانی کی طرف سے نیویارک کا نامور وکیل جارج وڈ تھا، جب وہ جواب دینے کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے اپنی تقریر کو اسطرح شروع کیا حضور والا! و دیگر جیوری صاحبان! اگر آپ لوگ میری بحث کو غور کے ساتھ سنینگے تو

له (Ironical Phrases)

مجھے یقین ہے کہ یہ تین روز تک جو آپلوگ بادلون مین رہے ہین، وہان سے اُترکر زمین پر چلنے لگین گے، ان جملون کا ایسا فوری اثر ہوا کہ گویا آگ پر پانی پڑگیا، حاصل یہ ہے کہ اپنی طرف متوجہ کرنیکے لئے ظرافت سے زیادہ کوئی قوی ذریعہ نہین ہے،

ہم نے جو خصوصیات خطابت کے اوپر بیان کئے ہین، صرف انہین امور پر خطابت موقوف ومنحصر نہین ہے، عمدہ تقریر کے تمام خصوصیات کا احاطہ کرنا تقریباً ناممکن ہے اسکو اس طرح پر سمجھو کہ خوبصورتی کے خصوصیات بیان کئے جاسکتے ہین، لیکن یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص ان تمام امور کا احاطہ کرسکے جنپر حسن وجمال کا دارومدار ہے، ہم ایک دلفریب صورت کو دیکھکر بیچین ہوجاتے ہین، لیکن اگر ہمسے یہ پوچھا جاے کہ خاص طور پر اسکی کس چیز نے ہمکو مضطرب کیا تو ہم اسکو ہرگز بیان نہین کرسکتے، گرزٹی کہتا ہے کہ خوبصورتی ناقابل بیان ہے، حضرت ذوق دہلوی نے اس مضمون کو کیا خوب ادا کیا ہے،

تفنگ تیر ظاہر مین نہ تھا کچھ پاس قاتل کے — الٰہی میرے دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

یہی حال بالکل خطابت وحسن تقریر کا ہے، اسکی کشش کے وجوہ واسباب کا پورے طور پر بیان کرنا ناممکن ہے، ہم صرف یہی کہہ سکتے ہین کہ یہ خدا کی دی ہوئی ایک قوت ہے، ایک ناممکن البیان سحر ہے، جو دلون کے دروازے کھول دیتا ہے، آنکھون سے آنسو ٹپکاتا ہے، اور دلون کو خوشی یا غم سے بھر دیتا ہے، خود خطیب بھی نہین بتلا سکتا کہ اسکا لکچر کیون اسقدر موثر ہوا، نپولین سے ایک شخص نے سوال کیا کہ تم نے ایسی فتوحات عظیم کیونکر حاصل کین، اس نے جواب دیا کہ "یہ خدا کی دی ہوئی چیز ہے، مجھکو خدا نے ایسا ہی بنایا اور مین کچھ نہین کہہ سکتا"

حاصل یہ کہ خطابت ایک فطری ودیعت ہے، قواعد اور اصول کے ذریعہ سے اسکا

انحصار ناممکن ہی، مگر یہ ضرور ہے کہ امور ذیل پر لحاظ کرنے سے، اگر کسی شخص مین نیچرل طور پر یہ قوت ہے تو بہت کچھ مدد ملسکتی ہے، وہ امور حسب ذیل ہین،

زبان اچھی زبان خطیب کے لئے نہایت درجہ ضروری ہے، یہ تقریر کے عمدگی واثر کو بڑھاتی ہے، ایک خوبصورت شخص کو بہت بُرا لباس پہنا دو، اسکی کشش وحسن کا اثر بہت کم باقی رہجائیگا، خطیب کے لئے قادرالکلامی کی ضرورت ہے، اور یہ بذریعہ کتب بینی کے حاصل ہوسکتی ہے، اور مضمون نگاری، ترجمہ اور گفتگو سے اسمین بہت کچھ اضافہ ہوسکتا ہے، بڑے بڑے انشاپردازون کی تحریرون کو دیکھنے اور عمدہ شعراء کے دواوین کے پڑھنے اور اسکو ازبر کرلینے سے بہت کچھ فائدہ ہوتا ہے،

خطیب کو اسلئے ضروری ہے کہ اپنے فرصت کے اوقات مین مشہور نظم ونثر کی عمدہ کتابون کو دیکھا کرے، ان مین جو اچھے خیالات یا جملے ہون انکو ازبر یاد کرلے، اسپر تمام بڑے بڑے علماء وخطبا کا عمل رہا ہے، ولیم پٹ اپنی نوعمری کے زمانہ مین انگریزی اور لاٹین کے بڑے بڑے شعراء کے کلام کو پڑھا کرتا تھا، شکسپیر کے اکثر فصیح وبلیغ جملے اسکو ازبر تھے، فاکس (Fox) زندگی بھر علم ادب کا شائق تھا، وہ برابر ہومر اور ورجل کو اپنے مطالعہ مین رکھتا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ جس شخص کو تقریر کرنیکا شوق ہو اسکو ہمیشہ عمدہ مصنفین اور خصوصاً نامور شعراء کے کلام کو پڑھنا چاہیئے، ارسکن (Erskine) جو وکلاء مین سب سے زیادہ اچھی انگریزی بولتا تھا، اس نے وکالت شروع کرنے کے دو سال قبل سے انگریزی لٹریچر کو بہت محنت سے پڑھنا شروع کردیا تھا، شکسپیر کی کتابین تو اسکو اسقدر یاد ہین کہ گھنٹون تک وہ شکسپیر کے محاورات وزبان مین گفتگو کرتا تھا، ولیم پنکنی نے تو ابتداے شباب سے یہ التزام کرلیا تھا کہ جو عمدہ محاورات اور جملے اسکو پڑھنے مین آتے تھے

انکو وہ لکھ لیا کرتا تھا اور حفظ بھی کر لیتا تھا،

ترجمہ بھی اصلاح زبان کا اچھا ذریعہ ہے، اس سے زبان پر قدرت حاصل ہوتی ہے مافی الضمیر کے اظہار مین مہارت پیدا ہوتی ہے، اور اسکے ذریعہ سے آدمی قادر الکلام ہوجاتا ہے، نامور خطبا ر نے اسپر عمل کیا ہے، سسرو نے گریک زبان کے ترجمہ سے اپنی لغوی قابلیت بڑہائی تھی، لارڈ چیسٹر فیلڈ (Chesterfield) یورپ کا نامور لکچرار انگریزی سے فرنچ اور فرنچ سے انگریزی مین ترجمہ کیا کرتا تھا، ولیم پنکنی تو لغت کی کتابون کا ہمیشہ مطالعہ کیا کرتا تھا، اور کہا کرتا تھا کہ الفاظ کے معلومات بڑہانیکا اس سے زیادہ قوی ذریعہ نہین ہے،

مذکورہ بالا مضامین سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ تقریر مین عمدہ اور فصیح الفاظ ہی کا استعمال ہی سب کچھ ہے، بلکہ یہ یاد رہے کہ تقریر کا اصل موضوع اثر ہے، اور یہ امر معقول استدلال سے زیادہ تر حاصل ہوسکتا ہے، عمدہ وکیل کی یہ خواہش نہین ہوتی کہ مین فصیح وبلیغ یا پرجوش تقریر کرون، بلکہ اسکی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جج معقول ہو اور ملزم رہا ہو جائے، لارڈ چیتہم (Cahatham) کے لئے کہا گیا ہے کہ اسکی خوش بیانی اسکے عقل پر مبنی تھی، وہ اپنی تقریر مین جذبات سے کام نہین لیتا تھا، بلکہ اسکی تقریر کی خصوصیت یہ تھی کہ معاملات کو نہایت صفائی کے ساتھ مدلل بیان کیا کرتا تھا، جو سامعین کے دل مین اُتر جاتے تھے،

فن خطابت سیکھنے کا جنلوگون کو شوق ہے انکو چاہیئے کہ اپنے زمانہ کے نامور لکچرارون کی تقریرون کو بھی سنا کرین اور غور کرین کہ ان مین قبول عام کی کیا کیا وجوہ ہین، پرندون کے بچے پہلے اپنے مان باپ سے اُڑنا سیکھتے ہین، گریتہم (Gratham) لندن مین آکر چیتہم (Chatham) کی تقریرون کو ہمیشہ پارلیمنٹ مین آکر سنا کرتا تھا، اور کچھ دنون کے بعد

وہ خود بھی بہت بڑا اسپیکر ہوگیا،

مضمون نگاری خطیب کے لئے نہایت مفید ہے اس سے اظہار خیالات کی مشق حاصل ہوتی ہے، عمدہ و فصیح و موزون و مناسب الفاظ کی استعمال کا مذاق پیدا ہوجاتا ہے الفاظ کی نشست و بندش کا امتیاز ہوجاتا ہے، اور ان امور سے تقریر مین بہت کچھ مدد ملتی ہے،

آواز کا خوش آیند ہونا اور اسکا تال وسر بھی خطابت کے روح و روان ہین، ان کا اسکا خاص طور پر اثر ہوتا ہے، خطیب اگر خوش آواز ہے تو اسکی تقریر کا بہت بڑا اثر ہوگا، لیکن ؎ این سعادت بزور بازو نیست،

لکچر کی تیاری کسی عام جلسہ مین بغیر پیشتر سے تیار ہوے لکچر دینا اگر محال نہین تو دشوار ضرور ہے یہ ظاہر ہے کہ جب تک مضامین تقریر اور انکی ترتیب اسپیکر کے ذہن نشین نہو وہ عمدہ تقریر نہین کرسکتا، بغیر پیشتر کی تیاری کے جو لوگ تقریر کرتے ہین وہ عموماً ناکامیاب رہتے ہین، یہ تیاری دو طرح پر کیجاتی ہے؛

(۱) بعض لوگ محض اپنے قوت تخیل و حافظہ سے کام لیتے ہین، تقریر کی پوری سکیم کو پہلے سے ذہن نشین کر لیتے ہین، اور اپنی قوت حافظہ کی مدد سے کام لیتے ہین، یہی طریقہ عام طور پر ہمارے علماے کرام کا رہا ہے، اور اب بھی ہے، مولانا محمد اسمعیل صاحب شہید دہلوی، مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی، مولوی عبدالرب صاحب دہلوی، مولوی ابراہیم صاحب آروی، مولوی سلامت اللہ صاحب جیراجپوری اور دیگر واعظین جنکی جادو بیانی آج زبان زد خاص و عام ہے کوئی یادداشت اپنی تقریر کے لئے نہین بناتے تھے، یہ لوگ محض قوت تخیل و حافظہ اور اپنے انتقال ذہنی سے کام لیتے تھے،

(۲) اہل یورپ اور نیز انکے مقلدین جو تقریر کرنا چاہتے ہین اسکو پہلے سے لکھ لیتے ہین

اور از بر کر لیتے ہین، یا اسکے مضامین کو دہرا کر ذہن نشین کر لیتے ہین، اور بے شبہہ اس طریقے سے بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہین، اور لکچر دینے مین بہت آسانی ہو جاتی ہے، ترتیب مضامین ادا ے مطلب، تلاش الفاظ وغیرہ کی سب دقتین رفع ہو جاتی ہین، یہی طریقہ آجکل عموماً رائج ہی

بعض لوگ پوری تقریر کو نہین لکھتے بلکہ اپنے تقریر کی ذہن مین ایک اسکیم اور پلین قائم کر کے اسکا ایک خلاصہ بنا لیتے ہین، اور مضامین کے عنوان کو لکھ لیتے ہین اور اسکی مدد سے تقریر کرتے ہین، بہر کیف دونون صورتین جو اوپر بیان کی گئین یہ امر ضروری ہی کہ تقریر کئی بار دہرا لیجاے، اور جب تک پوری طور پر نقش فی الحجر نہو جاے کسی عام جلسہ مین تقریر کرنا مناسب نہین ہے،

اسمین شبہہ نہین ہے کہ عموماً تمام لکچرار واقعات کو لکھکر از بر کر لیتے ہین، شریڈن اپنی تقریر کو اسقدر قبل سے حفظ کرتا تھا کہ جس شخص کو اسکے حالات سے پوری آگاہی نہین وہ ہرگز اسپر اعتبار نہین کر سکتا، نامور جادو بیان کیننگ کا یہی حال تھا، وہ کہا کرتا تھا "دو ہوا الہام کا زمانہ گذر گیا، میری جادو بیانی میری یادداشت (خلاصہ) پر مبنی ہے" پلنکٹ (Plunket) چند پرجوش جملے پہلے سے یاد کر لیتا تھا، اور اپنی تقریر مین موقع و محل سے چسپان کر دیتا تھا، بوسوٹ (Bossuet) کو جس روز لکچر دینا ہوتا اسکے ایک روز پہلے سب دلائل کو نوٹ کر لیتا تھا، اور دل ہی دل مین کئی بار دہرا لیتا تھا، لارڈ میکالے تو اپنی اسپیچ کو لفظ بہ لفظ یاد کر لیتا تھا، اور اسپر بھی بعض وقت مرعوب ہو جاتا تھا الگزنڈر ہیملٹن جو ایک نامور وکیل تھا، اپنی بحث کو پہلے سے لکھ لیتا تھا، روفس اپنے شاگردون سے کہا کرتا تھا کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ تقریر شستہ و صحیح ہو اور ہم مرعوب نہون تو تقریر کو لکھ کر پہلے سے حفظ کر لیا کرو،

چند ماہ گذرے اخبار لیڈر (الہ آباد) مین ایک آرٹکل اسی عنوان پر ایک رپوٹر کی قلم سے نکلا ہوا شایع ہوا ہے، اس نے لکھا ہے کہ مین صوبۂ بنگال مین رپورٹر تھا، بنگال کے ایک مشہور لکچرار کے اسپیچ کا رپورٹ کرنا میرے متعلق ہوا، لیکن لکچرار مذکور نے اس سرعت کے ساتھ تقریر کی کہ مین لکھ نہ سکا، بہت پریشان تھا کہ کیا کرون، بالآخر لکچرار صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا اور اپنی پریشانی ظاہر کی، انھون نے میرے حال پر رحم فرما کے ایک نوٹ بک چپکے سے نکال کے میرے حوالہ کی اور کہا کہ اس سے اپنا کام نکال لو لیکن خبردار اسکا حال کسی سے نہ کہنا، مین نے دیکھا تو اسمین لفظ بلفظ انکا لکچر موجود تھا نامہ نگار مذکور نے اور بہت سے قصے اس قسم کے اپنے آرٹکل مین درج کیے ہین،

یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے کہ جب تقریر کی بنیاد زیادہ تر تحریر پر ہے تو کیا وجہ ہی کہ بڑے بڑے انشا پرداز اسمین ناکامیاب رہے، گبن (Gibbon) اور اڈیسن کی انشا پردازی مین کسکو شبہہ ہو سکتا ہے، مگر وہ لوگ تقریر مین بہت برے طور پر ناکامیاب رہے، پوپ کے پبلک جلسون مین زبان بند ہو جایا کرتی تھی، اور ارونگ Irving تو وقت تقریر گونگا ہو جاتا تھا، اسکی وجہ دریافت کرنا بہت آسان ہے دونون کی زبان مین بہت فرق ہے، تحریر مین بندش الفاظ صحت محاورات، فصاحت و بلاغت کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے، تقریر مین محض اظہار خیالات سے مطلب رہتا ہے، تحریر مین بہت قابلیت اور طباعی کی ضرورت ہے، تقریر مین انتقال ذہنی، قوت تخیل، اطمینان قلب کی حاجت ہوتی ہے، حاصل یہ کہ جو چیزین کہ انسان کو عمدہ مقرر بنا سکتی ہین وہ اسکو عمدہ انشا پرداز نہین بنا سکتین،

اخیر مین ہم ناظرین کو یہ بھی بتاے دیتے ہین کہ کسی فن مین اطمینان قلب اور

سلف کانفیڈنس کی اتنی ضرورت نہین ہے جتنا کہ تقریر مین ہے، جب تک انسان کو اپنے اوپر پورا بھروسہ نہو وہ تقریر مین کامیاب نہین ہو سکتا، مقرر پر فرض ہو کہ وقت تقریر تمام خوف و شرم کو اپنے دل سے دُور کردے، اور اپنی قابلیت مین کسی قسم کا شبہہ یا وہم نہ رکھے ورنہ وہ مرعوب ہوجائیگا، اور ناکامیابی کا منھ اسکو دیکھنا ہوگا، یہ بات مشق اور امتداد زمانہ سے حاصل ہوتی ہے، اور درحقیقت یہی فن تقریر مین کامیابی کا اصلی راز ہے۔

محبوب الرحمن کلیم بی۔ اے

علوم جدیدہ

کیا ہمارے لئے عملاً مفید ہین؟

(ترجمہ)

ہم سمجھتے ہین کہ علوم جدیدہ کے اُوپر کارپنٹر کا یہ آرٹکل اصل روس کے حق مین خصوصیت کے ساتھ مفید ہوگا، جہان یورپ کے ہر دوسرے ملک سے زیادہ یہ وہم پھیلا ہوا اور بہت گہری جڑ پکڑ گیا ہے، کہ نوع انسان کی صلاح و فلاح کے لئے صحیح مذہبی اور اخلاقی علم کی اشاعت کی حاجت نہین بلکہ صرف علوم تجربیہ مین مہارت حاصل کرنیکی حاجت ہے، اور یہی علم انسان کے کل روحانی مطالبات کو پورا کرنیکے لئے کافی ہے،

ظاہر ہے کہ یہ وہم صریح انسان کی اخلاقی زندگی پر (ٹھیک اوہام مذہبی کے مثل) کسقدر مضر اثر کریگا، اور اسلئے ان مصنفین کے خیالات کی اشاعت جو علوم تجربیہ اور انکے وسائل پر نکتہ چینی کی نگاہ ڈالتے ہین، خصوصیت کے ساتھ ہماری سوسائٹی کے لئے حسب حال ہے،

کارپنٹر بتلاتا ہے کہ علم ہیئت، علم طبعیات، علم کیمیا، علم الحیات، علم تمدن، کوئی بھی اصل واقعات کا صحیح علم نہین مہیا کرتا، اور وہ کل قوانین جو بذریعہ علوم کے منکشف ہوے ہین محض تعمیمات ہین جنکا قانون ہونا فقط ایک امر ظنی ہے، اور وہ بھی صرف اسوقت تک کہ ہم لوگ بعض دوسرے موثرات کو نہین جانتے، یا انکو حساب سے باہر رکھتے ہین، اور یہ قوانین بھی ہمکو صرف اس وجہ سے قوانین معلوم ہوتے ہین کہ وہ زمان اور مکان دونون لحاظ سے ہم سے اسقدر دور دراز فاصلہ پر ہین کہ حقیقت واقعیہ کے ساتھ انکے عدم مطابقت کو ہم گرفت نہین کر سکتے،

مزید برآن کارپنٹر بتلاتا ہے کہ علم کا یہ ذریعہ جسمین ہم سے قریب تر اور ہمارے واسطے اہم چیزون کی توضیح بعید تر اور بے واسطہ چیزون کے ساتھ کیجاتی ہے، ایک غلط ذریعہ ہے جو ہرگز

نتیجہ مطلوبہ تک نہین پہنچ سکتا،

وہ کہتا ہے کہ ہر ایک علم ان واقعات کو جنکی وہ (علم) تفتیش کررہا ہے، ادنیٰ قسم کے تصورات کے ذریعہ سے سمجھا جاتا ہے، ہر ایک علم (جہانتک ہوسکا ہے) اپنے ادنیٰ ترین درجہ مین اتار لایا گیا ہی، علم اخلاق، نفع اور موروثی تجربہ کا سوال بنادیا گیا ہے، علم اقتصاد سے عدل وانصاف، ایثار محبت، اور احساس ذمہ داری کے کل تصورات سلب کرلئے گے ہین، اور اسکی بنیاد ادنیٰ ترین محرک یعنی خودغرضی پر رکھی گئی ہے، جسکا علم انسان کو ہوسکتا ہے، علم الحیات (Biology) نباتات، حیوانات، اور انسان کے اندر جو قوت تشخص ہے، اس سے عاری بنادیا گیا ہے، انانیۃ الگ کردی گئی ہے، اور اس علم کو ترکیبات کیمیاوی اور بیوتی cellalar پروٹوپلازم اور قوانین اختلاط مائی کے مسئلہ تک اتار لانیکی کوشش کیگئی، پھر ترکیبات کیمیاوی اور کل عجائبات مظاہر طبعی حرکات ذرات مین دائر کردیئے گئے، اور حرکت ذرات (اور علی ہذا القیاس حرکات سماوی بھی) قوانین علم الحرکات Dinamiox کے درجہ تک اتار دیگئی،

یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ اعلےٰ درجہ کے مسائل کو ادنیٰ درجہ کے مسائل مین منتقل کردینے سے اول الذکر کی توضیح ہوجائیگی، لیکن اس طریقہ سے توضیح تو ہرگز نہین ہوتی، یہ البتہ ہوتا ہے کہ سلسلہ تحقیقات مین ہمیشہ زیادہ اہم مسائل سے کم اہم مسائل کی طرف تنزل کرتے رہنے سے آخرکار علم ایسے حلقہ مین پہنچ جاتا ہے جو انسان کے واسطے بالکل غیرمانوس ہے، جسکے ساتھ انسان محض خفیف تعلق رکھتا ہے، اور جو انسان کے واسطے نہایت ضروری مسائل کو بالکل لاینحل چھوڑکر اپنی توجہ کو اسی حلقہ مین محدود کرلیتا ہے،

گویا یہ واقعہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی ایسی شے کا فائدہ سمجھنے کے لئے جو اسکے پیش نظر ہی بعوض اسکے قریب آنے (وہ اسکو ہر طرف سے بغور ملاحظہ کرنے اور اسکو ٹٹول کر دیکھنے کے

اس سے دُور پر دُور ہٹتا چلا جاے یہانتک اس شے سے اتنے دُور کے فاصلہ پر پہنچ جاے کہ دہان سے اسکی کل خصوصیتین رنگ اور ناہمواری، خط وخال سطح کی ناپید ہوجائین، اور صرف اسکا دھندلا سا خاکہ افق پر نظر آتا رہے، اور وہ شخص یہ خیال کرکے کہ آخر کار اس نے اس شے کو صاف طرح پر دیکھا، اور یہ کہ اسکو کامل طور پر سمجھنے کے لئے اتنی دُور سے دیکھنا مفید ہوگا، اس شے کا تفصیلی بیان لکھنا شروع کردے، یہی وہ دھوکا ہے جسکو کارپنٹر کی تنقید کھولتی ہے، جسمین اوّلاً یہ بتلایا گیا ہے کہ جو علم ہمکو علوم طبعیہ سے حاصل ہوتا ہے وہ محض مناسب حال تعمیمات ہین جو یقیناً اصلی واقعات کو ظاہر کرنے سے قاصر ہین، اور ثانیاً یہ کہ علم کا یہ طریقہ کہ حقائق اعلےٰ کو ادنیٰ ترین شکل مین اتار لایا جاے ہرگز حقائق اعلےٰ کی توضیح وتشریح نہین کرسکتا،

لیکن بلحاظ اس امر کے کہ آیا علوم تجربیہ کے وسائل وذرائع کبھی حیات انسانی کے حقائق وغوامض کو حل کرسکین گے یا نہین، علوم تجربیہ کی روش بہ نسبت انسان کے دائمی اور عقلی مطالبات کے فی نفسہ اسقدر بے قاعدہ ہے کہ تعجب ہوتا ہے،

انسانون کو زندگی بسر کرنا ضرور ہے، اور زندگی بسر کرنیکے لئے انکو یہ جاننا ضرور ہے کہ زندگی کیونکر بسر کیجائے، اور لوگون نے زندگی بسر کرنیکا یہ علم ہمیشہ صحیح یا غلط حاصل کیا، اور اسی کے مطابق زندگی بسر کرتے اور ترقی کرتے رہے، اور مسیح، سولن اور کیفوسس کے زمانہ سے یہ ایک علم بلکہ خلاصہ تمام علوم سمجھا گیا ہے، لیکن خاص ہمارے زمانہ مین یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ جو علم یہ بتلاتا ہے کہ انسان کو زندگی کس طرح بسر کرنا چاہیئے وہ علم نہین ہے بلکہ علم حقیقی صرف علوم تجربیہ ہین جو ریاضیات سے شروع ہوکر سوشیالوجی پر تمام ہوتے ہین، یہ ایک عجیب غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے،

ایک بھولا سمجھدار مزدور شخص پرانے عام فہم طریقہ پر یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کچھ لوگ

ایسے ہین جنکو ہم لوگ کھلاتے پلاتے اور انکی کل ضروریات زندگی کو مہیا کرتے ہین، اور وہ لوگ اپنی زندگی مطالعہ مین صرف کرتے اور ہم لوگون کے واسطے غور و فکر کرتے رہتے ہین، تو بلاشبہہ وہ لوگ ان باتون کے مطالعہ مین مشغول ہونگے جنکے جاننے کی انسان کو ضرورت ہے، اور یہ شخص توقع رکھتا ہے کہ علم ان مسائل کو حل کریگا جن پر اسکی اور تمام بنی نوع انسان کی صلاح و فلاح موقوف ہی، وہ علم سے یہ تبلانیکی امید رکھتا ہے کہ وہ زندگی کس طرح بسر کرے، اپنے خاندان، اپنے ہمسایہ اور دوسرے خاندان والون کے ساتھ کیسا برتاؤ کرے، اپنی خواہشات نفسانی کو کیونکر قابو مین رکھے، کس بات پر یقین کرے، اور کس بات پر یقین نہ کرے، اور علے ہذالقیاس بہتیری باتین ہین لیکن ہمارا علم (سائنس) ان مسائل کے متعلق اسکو کیا تبلاتا ہے؟

وہ بڑے فخر کے ساتھ اس سے کہتا ہے کہ زمین سے آفتاب تک کتنے کرور میل کا فاصلہ ہے روشنی کس حساب سے فضا کے اندر چلتی ہے، فی سکنڈ روشنی سے کتنا کرور تموج ہیتھر مین اور آواز سے کتنا تموج ہوا مین پیدا ہوتا ہے، وہ کہکشان کے اجزاے کیمیاوی یک نئے عنصر ہیلیم و میکروبی نظام جسمانی اور انکے بیکار اجزا اور دہات پر کے وہ نقطے جہان جہان الکٹرسٹی مجتمع ہوتی ہی ایکسریز اور اسی قسم کی چیزون کو تبلاتا ہے،

لیکن بھولا اور سمجھ دار شخص کہتا ہے کہ ہمکو ان باتون مین سے ایک کی بھی ضرورت نہین ہے ہم یہ جاننا چاہتے مین کہ زندگی کس طرح بسر کرین؟

علم کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ اس سے کیا مطلب کہ تمکو کس چیز کی ضرورت ہے، جس امر کی نسبت تم سوال کرتے ہو وہ سوشیالوجی سے علاقہ رکھتا ہے، مسائل متعلقہ سوشیالوجی (علم العمران) کا جواب دینے کے قبل ہمکو علم حیوان، علم نبات، علم تشریح اعضا، اور عموماً علم الحیات کے مسائل کو حل کرنا ہے، لیکن ان مسائل کو حل کرنیکے لئے ہمکو پہلے طبعیات اور اسکے بعد کیمسٹری کے مسائل کو حل کرنا ہے، اور نیز اس بات پر اتفاق کرنا ہے کہ سب سے چھوٹے ذرات کی شکل بصورت کیا ہے، لچک اور دباؤ کے ناقابل ایتھر قوت کو کس طرح منتقل کرتا ہے،

اور لوگ خصوصاً وہ لوگ جو دوسرون کے کندھے پر سوار ہین، اور اس وجہ سے انکے حق مین حالت انتظار ہی بہتر ہے، ان جوابون پر راضی ہو کر ان وعدون کے پورا ہونے کے انتظار مین چشم براہ بیٹھ جاتے ہین، لیکن سادہ اور سمجھ دار مزدور جنکی پیٹھ پر حضرات اہل علم جسوقت علم مین منہمک رہتے ہین سوار ہین، یعنی انسانون کی تعداد کثیر، کل عالم انسانیت اس قسم کے جوابون سے تشفی نہین پاتا، اور طبعاً گھبرا کر سوال کرتا ہے کہ پھر یہ سب کبتک انجام پاویگا ہم لوگ کبتک انتظار مین رہین، تم خود کہتے ہو کہ ان امور کو تم کئی نسل کے بعد دریافت کروگے لیکن ہم لوگ اسوقت زندہ ہین، آج زندہ ہین اور کل مرجائین گے، اور ہم جاننا چاہتے ہین کہ ہم اپنی زندگی کو جسوقت کہ ہمکو اسپر قبضہ حاصل ہے، کس طرح استعمال کرین، پس ہمکو اسکی تعلیم دو۔

علم جواب دیتا ہے کہ کیسا احمق اور جاہل آدمی ہے، نہین جانتا کہ علم کی غرض و غایت عمل نہین ہے بلکہ علم کی غایت علم ہے، علم اس چیز کو مطالعہ کرتا ہے جو مطالعہ کے واسطے سامنے آئے اور اشیاء مطالعہ کو منتخب نہین کرسکتا بلکہ ہر ایک شے کا مطالعہ کرتا ہے، یہ علم کی خاصیت ہے،

اور حقیقتاً اہل علم اس بات کے معتقد ہین کہ چھوٹی چھوٹی باتون مین انہماک اور ضروری و عظیم الشان باتون سے غفلت اور بے پروائی اُن (اہل علم) کا نہین بلکہ علم کا خاصہ ہے، بہرحال سادہ اور سمجھدار شخص کو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ اس خاصہ کی نسبت علم کی طرف درست نہین ہے، بلکہ یہ ان لوگون کا خاصہ ہے جو چھوٹی چھوٹی باتون مین مشغول رہنے اور انکو بڑی بات بنا کے دکھلانیکی طرف میلان خاطر رکھتے ہین،

اہل علم کہتے ہین کہ "علم ہر ایک شے کا مطالعہ کرتا ہے"، لیکن حقیقت مین ہر ایک شے

بہت زیادہ حاجت ہے ہر ایک شے اشیا کی بے انتہا تعداد ہے کہ ان سبکو بیک وقت زیر مطالعہ رکھنا غیر ممکن ہے، جس طرح ایک لالٹین ہر چیز پر روشنی نہین ڈال سکتی، بلکہ صرف اس جگہ یا اس سمت کو روشن کرتی ہے جسکی طرف اسکا رخ پھیر دیا گیا ہے یا جدہر وہ شخص جا رہا ہے جسکے ہاتھ مین لالٹین ہے، اسی طرح علم ہر ایک شے کا مطالعہ نہین کر سکتا بلکہ لازمًا صرف اس شے کا مطالعہ کرتا ہے جسکی طرف اسکی توجہ مائل کر دیگئی ہے، اور جس طرح لالٹین اس جگہ پر زیادہ تیزی کے ساتھ روشنی ڈالتی ہے، جو اس سے زیادہ قریب ہے، اور ان چیزون کو خفیف خفیف جو اس سے دور دور پر ہین، اور ان چیزون پر کچھ بھی نہین جن تک اسکی روشنی نہین پہنچتی، اسی طرح علم انسانی خواہ کسی قسم کا ہو ان امور کا مطالعہ زیادہ توجہ اور احتیاط کے ساتھ کرتا رہا ہے اور اسوقت بھی کرتا ہے جو محققین علوم کی سمجھ مین زیادہ اہم اور ضروری ہین، اور ان امور کا کم توجہ اور احتیاط کے ساتھ جو انکی سمجھ مین کم ضروری ہین اور باقی کل غیر متناہی امور کی طرف سے غفلت اختیار کرتا ہے اور انسان کے واسطے اس امر کو معین کرنیوالا کہ فلان امر بہت زیادہ ضروری اور فلان کم ضروری اور فلان بالکل غیر ضروری ہے، زندگی کے معنی اور مقصود کا وہ مفہوم کلی (یعنی مذہب) رہا ہی اور آج بھی وہی ہے جو علماء کے ذہن نشین ہوتا ہے، لیکن چونکہ زمانۂ حال کے علماء کوئی مذہب نہین رکھتے اور اس وجہ سے انکے پاس کوئی ایسا معیار نہین ہی جسکے ذریعہ سے وہ مطالعہ کے واسطے زیادہ ضروری امور کا انتخاب کرین یا انکو کمتر ضروری اور بالآخر اس غیر محدود مقدار اشیاء سے تمیز کرین جو ذہن انسانی کے محدود اور اپنی تعداد کے غیر محدود ہونیکی وجہ سے ہمیشہ نا محقق رہیگا، اسواسطے ان لوگون نے ایک مفروضہ علم کی غایت "علم" کا گڑھ لیا ہے، جسکے مطابق علم کا مقصود اس شے کا مطالعہ کرنا نہین ہی جسکی انسان کو حاجت ہے بلکہ ہر ایک شے کا مطالعہ۔

اور حقیقت مین علوم تجربیہ ہر ایک چیز کا مطالعہ کرتے ہین لیکن اس معنی مین نہین کہ کُل

چیزین انکے زیر مطالعہ ہین بلکہ اس معنی مین کہ جو چیزین زیر مطالعہ ہین انکے اندر کوئی نظم و ترتیب نہین ہے، مطلب یہ ہے کہ علم یہ نہین کرتا کہ اس چیز کی طرف زیادہ توجہ کرے جسکی لوگون کو زیادہ حاجت ہے، اور اس چیز کی طرف کم جسکی کم حاجت ہے، اور اس چیز کی طرف بالکل نہین جو بالکل غیر ضروری ہے، بلکہ وہ ہر چیز کا مطالعہ کرتا ہے جو سامنے آجائے، اور ہر چند کہ کام اور علوم کی تقسیمین موجود ہین لیکن یہ تقسیمین اشیاء مطالعہ کے انتخاب پر مبنی نہین ہین بلکہ انتخاب موقوف ہے انسانی کمزوری پر جو اہل علم مین بھی اسی طرح پائی جاتی ہے جس طرح بقیہ نوع انسان مین، پس حقیقت مین اہل علم ہر چیز کا مطالعہ نہین کرتے جیسا کہ وہ خیال کرتے اور اعلان کرتے ہین بلکہ اُس مطالعہ کرتے ہین جسکا مطالعہ زیادہ پر منفعت اور زیادہ آسان ہے، اور زیادہ پر منفعت ان چیزون کا مطالعہ کرنا ہے جن سے طبقہ اعلےٰ کی خوش باشی مین مدد پہنچتی ہے، جسکے ساتھ خود اہل علم تعلق رکھتے ہین، اور زیادہ آسان ان چیزون کا مطالعہ کرنا ہے جنمین جان نہین ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل علم کتابون، کیتون اور بیجان اجسام کے مطالعہ مین مشغول رہتے ہین،

اس قسم کا مطالعہ سب سے زیادہ حقیقی علم سمجھا جاتا ہے، اور اسلئے ہمارے زمانہ مین علم کا حقیقی فرد وحید (جس طرح کسی زمانہ مین بائبل لفظ کتاب کی مستحق واحد سمجھی جاتی تھی) یہ سوچنا اور تحقیق کرنا نہین ہے کہ انسان کی زندگی کو زیادہ ہمدرد اور زیادہ مطمئن بنانیکی کیا صورت ہے، بلکہ متقدمین نے کسی خاص مضمون پر جو کچھ لکھا تھا ان سبکو متعدد کتابون سے ایک کتاب مین جمع اور نقل کرنا یعنی عرق کو ایک بوتل سے دوسرے بوتل مین اُنڈیلنا، اعضاء میکروبی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا، جراثیم کی پرورش و پرداخت، مینڈھکون اور کتون کی چیر پھاڑ، ایکسریز کی ایجاد، اعداد کا مفروضہ، ستارون کے اجزاء کیمیاوی وغیرہ وغیرہ،

اس اثنا مین وہ کل علوم جنکا مقصود انسان کی زندگی کو زیادہ ہمدرد اور زیادہ خوش بنانا ہے

مذہبی، اخلاقی، اور معاشرتی علوم علم رائج کی نگاہ مین لاعلمی سمجھے جاتے، اور الٰہیین، حکما، مقنین، مورخین، اور اقتصادیین کے ہاتھ مین چھوڑ دیئے جاتے ہین، اور یہ حضرات تحقیقات علمیہ کے لباس مین خاصکر یہ ثابت کرنیکی فکر مین مشغول رہتے ہین کہ سوسائٹی کا نظام موجودہ (جسکے ثمرات سے یہ حضرات مستفیذ ہو رہے ہین) ایک ایسا نظام ہے جسکو علیٰ حالہ باقی رہنا چاہیئے اور اسلئے نہ صرف یہ کہ اسمین ردّ و بدل کرنیکی ضرورت نہین ہے بلکہ جسطرح ممکن ہو اسی کو قائم رکھنا چاہیئے،

الٰہیات اور قانون کا ذکر چھوڑ دو، پولیٹکل اکانمی کی حالت جو اس سلسلہ کے علوم مین سب سے زیادہ ترقی یافتہ علم ہے قابل لحاظ ہے، سب سے زیادہ رواج پذیر کارل میکس کی پولیٹکل اکانمی ہے وہ تسلیم کرتا ہے کہ موجودہ نظام معاشرت ایک ایسا نظام ہے جسکو علےٰ حالہ قائم رہنا چاہیئے، اور نہ صرف یہ کہ وہ لوگون کو اس نظام مین تغیر و تبدل کا مشورہ نہین دیتا، یعنی نہین بتلاتا کہ وہ کونسا طریقۂ معاشرت اختیار کرین، جس سے انکی حالت مین ترقی ہو، بلکہ برعکس اسکے نظام موجودہ مین جبر و تشدد کے اضافہ کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ حالت آیندہ کے نسبت اسکی وہ قابل اعتراض پیشینگوئیان صحیح ثابت ہون جو موجودہ غلط طریقۂ معاشرت کے قیام کے ساتھ وابستہ ہین،

اور جیسا کہ ہمیشہ واقع ہوتا ہے کہ انسان کی حرکت جسقدر زیادہ نیچے اترتی جاتی ہی اسیقدر زیادہ حالت لائقہ سے منحرف ہوتی جاتی ہے، اور اسکی خودپسندی اسیقدر زیادہ بڑہتی جاتی ہے ٹھیک یہی حالت زمانۂ حال کے علم کو پیش آئی، سچے علم کی قدردانی اسکے معاصرین کبھی نہین کرتے بلکہ برعکس اسکے وہ ہمیشہ بدنام کیا جاتا ہے، اور اسکے سوا دوسری بات ہو بھی نہین سکتی، سچا علم لوگون پر انکی غلطیان ظاہر کرتا اور زندگی کے نئے اور غیر معمولی اطوار کی طرف متوجہ کرتا ہے اور یہ دونون باتین سوسائٹی کے حکومت کرنیوالے فرقہ کو ناپسند ہین، لیکن زمانۂ حال کا علم نہ فقط یہی کہ سوسائٹی کے حکومت کرنیوالے فرقہ کی خواہش اور مذاق کی مخالفت نہین کرتا بلکہ انکی

پوری تائید کرتا ہے، وہ لغو شوق تجسس کو پورا کرتا ہے، انسان کے تعجب کو برانگیختہ کرتا اور انکو سامان عیش و عشرت مین اضافہ کرنے کا متوقع کرتا ہے اور اس طرح جبکہ وہ کل چیزین جو حقیقت مین باعظمت و وقعت ہین خاموشی اور سنجیدگی کے ساتھ نظر سے پوشیدہ ہین، زمانۂ حال کا علم اپنی خودستائی کے واسطے کوئی حد نہین جانتا،

"زمانۂ سابق کے کل طریقے غلط تھے، اور وہ کل امر جسکو علم سمجھا جاتا تھا تمامہ غلط فہمی اور ایک ناقابل اعتداد غلطی تھی، صحیح صرف ہملوگون کا طریقہ ہے، اور اصلی علم فقط ہملوگون کا علم ہے، ہمارے علم کی کامیابی ایسی ہے کہ گذشتہ ہزارون سال مین وہ نہین ہو سکا جو ہملوگون نے صرف گذشتہ صدی مین انجام دیا ہے، ہملوگون کا علم اسی راہ پر چل کے زمانۂ آیندہ مین کل مسائل کو حل کریگا اور تمام نوع انسان کو خوشحال اور فارغ البال بنا دیگا، ہماری علمی تحریک سب سے زیادہ اہم اور ضروری تحریک ہے، اور ہم اہل علم دنیا مین سب سے زیادہ ضروری اور مفید لوگ ہین"

یہ ہے علمار زمانہ کا خیال اور انکا مقال، اور اسی کا اعادہ کرتے رہتے ہین آجکل کے تعلیم یافتہ اور روشن خیال حضرات، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی سابق زمانہ مین علم نے بحیثیت مجموعی اپنے تمام معلومات کے باوجود ایسے درجۂ اسفل مین تنزل نہین کیا تھا جیسا کہ زمانۂ موجودہ مین، اسکا ایک حصہ جسکا موضوع ان امور کا مطالعہ کرنا ہے جن سے انسان کے زندگی کی مسرت بڑہے اور اسمین خلق و مروت پیدا ہو، سوسائٹی کے موجودہ ناقص نظام کی تائید و توثیق مین مشغول ہے اور دوسرا حصہ فضول اور تعجب خیز "مسائل کے حل کرنے مین سرگرم ہے" دلدادگان علم اس کفر صریح پر غصہ مین آ کر پوچھتے ہین، کیا؟ فضول اور تعجب خیز؟ دخان برق، ٹیلیفون، اور کل ترقیات صناعی کی اہمیت علمی سے قطع نظر کر کے صرف یہ دیکھو کہ ان ایجادات نے کیسے کیسے عملی نتائج پیدا کئے ہین، انسان نے نیچر کو مفتوح کر لیا ہے اور اسکی

قوتون کو زیادہ تر ایک ہی سا نتیجہ پیدا کرنیکے لئے اپنا مسخر بنالیا ہے،

لیکن سادہ اور سمجھدار آدمی جواب دیتا ہے کہ نیچر پر ان فتوحات کے نتائج عملی عرصۂ دراز سے اسوقت تک صرف ان کارخانون کو جا رہے ہین جہان کا قیام کاریگرون کی تندرسی کو ضایع کرتا ہے، جہان انسانون کو ہلاک کرنے کے آلات بنائے جاتے ہین، اور جہان ایسے سامان تیار کئے جاتے ہین جن سے انسان کی عیش وعشرت اور اسکی بدچلنی اور عیاشی مین ترقی ہوتی ہے، پس نیچر پر انسان کی فتحمندی نہ صرف نوع انسان کے صلاح وفلاح کو ترقی دینے سے قاصر رہی ہے، بلکہ اس نے انکی حالت کو بد سے بدتر کر دیا ہے،

اگر سوسائٹی کا نظام ناقص ہو جیسا کہ ہماری سوسائٹی کا ہے، اور قلیل التعداد لوگ کثیر التعداد پر اختیار رکھتے اور ان پر ظلم وستم کرتے رہتے ہون، تو یقیناً نیچر کے مقابلہ مین ہر ایک فتحمندی صرف اس اختیار اور اس ظلم مین اضافہ کرنے کا کام دیگی، چنانچہ یہی واقع ہو رہا ہے،

جس علم کا مقصود اس بات پر غور کرنا نہین ہے کہ انسان کو زندگی کسطرح بسر کرنا چاہیئے بلکہ جسکا مقصود ان اشیاء پر غور کرنا ہے جو موجود ہین، اور جو اسوجہ سے بالتخصیص بے جان چیزون کے مطالعہ مین مشغول ہے، اور جو سوسائٹی کے نظام موجودہ کو علیٰ حالہ قائم رکھنا جائز ٹھہراتا ہے، ایسے علم کے ساتھ کوئی ترقی اور نیچر پر کوئی فتحمندی انسانیت کی حالت کو بہتر نہین بنا سکتی

حامیان علم، علم کی بحیثیت مجموعی سودمندی ثابت کرنیکے لئے بطور آخری استدلال کے علم طب کی کامیابی کو پیش کرتے ہین اور یون گویا ہوتے ہین کہ تم علم طب اور اسکی مفید خلائق ترقیات انکشافات جراثیمی، وان آگو نیسنس اور تازہ ترین اعمال جراحی کو بھول گئے ہو، ہملوگ ٹیکہ کے ذریعہ سے امراض کو پیدا ہونے سے روک دیسکتے یا بالکل زائل کر دیسکتے ہین، ہملوگ بغیر اسکے کہ درد محسوس ہو نشتر دیسکتے ہین، ہملوگ انسان کے اعضائے اندرونی کو کاٹکر کھول سکتے

اور صاف کر سکتے ہین اور کوزہ پشت لوگون کی پیٹھ کو سیدھا کر سکتے ہین،

یہ ہے خلاصہ ان دلائل کا جو حامیان علوم جدیدہ پیش کرتے ہین، اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے خیال مین بمقابلہ ان روسی اطفال کے جنمین کے پچاس بلکہ اسّی فیصدی فاونڈلنگ اسپتالون مین روزمرہ ہلاک ہوتے رہتے ہین، علاوہ انکے جو تغیرات سے ضایع ہوتے ہین ایک بچے کا تندرست ہونا علم طب کے فائدہ رسان ہونیکا یقین دلانیکے واسطے کافی ہے،

ہملوگون کی طرز معاشرت ایسی واقع ہوگئی ہے کہ ناقص غذا اعتدال سے زیادہ اور مضر کام، خراب مکان و لباس اور فلاکت کی وجہ سے نہ فقط بچے بلکہ خلق خدا کی تعداد کثیر قبل اسکے کہ زندگی کی مدت طبعی کا آدھا حصہ بھی تمام ہو ہلاک ہو جاتی ہے، روس کا انتظام ایسا ہے کہ ایک طرف تو بچون کے امراض (دق و آتشک اور شرابخواری) ہمیشہ روز افزون تعداد مین انسان کو اپنا شکار بناتے جاتے ہین، اور دوسری طرف انسانون کی صحت کا بہت بڑا حصہ سامان قتل و خون ریزی کے طیار کرنیکے واسطے اُن سے چھین لیا جاتا ہے، اور ہر دس بیس برس پر لاکھون نفوس لڑائیون مین قتل کر دیئے جاتے ہین، اور یہ تمام خرابیان صرف اسوجہ سے ہین کہ علم بجائے اسکے کہ صحیح مذہبی، اخلاقی اور معاشری اصول کی تعلیم وتلقین کرے جنکی وجہ سے یہ خرابیان خود بخود رفع ہو جائین، ایک طرف تو نظام رائج کو صحیح قرار دینے مین مصروف ہے اور دوسری طرف کھلونون (نمائشی اور سامان عیش وعشرت) کی ایجاد میں سرگرم ہی اور بااینہمہ علم کے مفید ہونیکے ثبوت مین ہم سے کہا جاتا ہے کہ اسکے ذریعہ سے منجملہ ایک ہزار بیمار کے جو صرف اس وجہ سے بیمار ہوے کہ علم نے اپنے فرض سے غفلت کیا ہی ایک نے صحت پائی۔

بلاشبہہ اگر علم اپنی کوششون، توجہ اور محنت کا جو وہ اسوقت چھوٹی چھوٹی باتون پر صرف کر رہا ہے نہایت تھوڑا حصہ بھی لوگون کے واسطے صحیح مذہبی، اخلاقی اور معاشری، اور نیز

اصول و قوانین حفظ صحت کے مہیا کرنے مین صرف کرنا تو ڈفیتریا، امراض معدہ اور ان دیگر امراض عضوی کا فیصد ایک حصہ بھی نہین پایا جاتا، جنکی اتفاقی شفایابی اس وقت ایسی قابل فخر سمجھی جاتی ہے،

یہ بعینہ ایسا ہے کہ کوئی شخص نہایت خراب طریقہ پر ہل چلاے اور بہت بری طرح ناقص تخم بوے اور اسکے بعد کھیت مین جاکر کسی نقصان رسیدہ خوشہ کو ہٹاے اور دوسرے جنس کی گھاس پات جو گرد و پیش نکل آئی ہین انکو پامال کرے، اور درختون کے اس اصلاح و معالجہ کو بطور ثبوت اپنی قابلیت و ماہر علم فلاحت ہونیکے پیش کرے،

ہمارے علم کو علم صحیح بننے اور نوع انسان کے حق مین مفید ہونے اور مضر ہونے کے واسطے سب سے پہلے ان وسائل تجربیہ کو چھوڑنا چاہیئے جو محض مطالعہ موجودات کو علم کی غایت قرار دینے کا باعث ہین، اور علم کے اس معقول، پر معنی، اور واحد مفہوم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، جو یہ ہے کہ علم کا مقصود یہ بتلانا ہے کہ انسان کو زندگی کس طرح بسر کرنا چاہیئے؛ علم کی غایت اور علم کی عظمت شان اسمین محدود و منحصر ہے اور مطالعہ موجودات کماحقہ صرف اسی حد تک موضوع علم ہوسکتا ہے جہانتک وہ اس بات کے بتلانے مین مدد کرے کہ انسان زندگی کیونکر اور کس طرح بسر کرے،

علی اصغر

مولوی علی اصغر صاحب رئیس چھپرا، عربی اور انگریزی دونون زبانون سے کماحقہ واقف ہین، اور علم دوست بزرگ ہین، کارپنٹر کے اس رسالہ بالا کے ترجمہ کے علاوہ اسپنسر کے فرسٹ پرنسپلز کا بھی ترجمہ کر رہے ہین، وہ ترجمہ نہایت دیانت سے یعنی لفظی کرتے ہین تاکہ اصل مصنف کے خیالات ترجمہ مین باقی رہین

آثار علمیہ و ادبیہ

مولانا شبلی مرحوم کی ابتدائی تحریر کا نمونہ

مولانا ے مرحوم آغاز شباب مین سخت غالی حنفی تھے، اسوقت غیر مقلدین کا بڑا زور شور تھا، اور علماے احناف انکی مخالفت مین ہر طرح کمر بستہ تھے، چنانچہ اسی زمانہ مین غیر مقلدین کے رد مین متعدد رسالے لکھے جو شایع ہوگئے ہین، ان مین سے ایک رسالہ اردو مین ہے اور اسکا نام ظل الغمام فی مسئلۃ القراءۃ خلف الامام ہے، اسکا سال تصنیف ۱۲۹۹ھ ہے، مشہور قدیم مطبع نظامی کانپور مین چھپا تھا اسوقت مصنف کی عمر ۲۴-۲۵ برس تھی،

اس کتاب کا ایک مطبوعہ نسخہ ہمارے سامنے ہے اور خوش قسمتی سے مولانا کے ایک مطالعہ کی کتاب مین اسکے چار صفحے خود انکے ہاتھ کے لکھے مل گئے ہین، ذیل مین ہم اس رسالہ کا مقدمہ اسلیئے درج کرتے ہین تاکہ معلوم ہوکہ اردو انشاپردازی کا ابتدائی رنگ مولانا کی تحریر مین کیا تھا اور فارسی ترکیبون کی جو خوشگوار آمیزش انکی اردو تحریرون کی خصوصیت خاص سمجھی جاتی ہے وہ کہانتک انکی طبیعت کا اصل تقاضا تھا،

کیا عبرت کا مقام ہے، کیا افسوس کا وقت ہی، زمانہ کا دور آخر ہی، اہل بزم اٹھتے جاتے ہین، محفل برہم ہو چلی، سحر ہونیکو آئی، وہ روشن اور بزم افروز شمع اسلام سنبھالا لے رہی ہی، ادہر باد مخالف کے جھونکے چلنے لگے، اب تک تو خیر تھی کیونکہ وہ شمع ہنوز حمایت علما، کی فانوس مین اغیارون کے دست ستم سے محفوظ تھی، ایسے اب اپنے بیگانے ہوگئے، خود محفل والون مین سے حضرت غیر مقلدین چارون طرف سے اسکے گل کرنیکو دوڑے واللہ متم نورہ ولو کرہ المجرمون جمیعت اسلام برہم ہوچکی تھی اعدائے دین کو بیکس بیچارہ سمجھکر دست تعدی دراز کر رکھا تھا وقت یہ تھا کہ ہم سب ایک بنتے، دینی عزت کو دنیاوی جاہ

وقار کے ساتھ حاصل کرتے، ملحدون کے تیرباران اعتراضات کو استدلال و احتجاج کی سپر پر روکتے جسطرح اسلام ہمیشہ مظفر و منصور رہتا چلا آیا ہی آج بھی اسکے نقارۂ فتح و ظفر کی صدا غنیم کے لشکر مین گونجتی مگر بیدردون کو اس سے کیا غرض، انھون نے نام و نمود کے پیچھے جمعیت اسلام کو درہم برہم کیا کہ جماعت اسلامی کے تمام ارکان ہل گئے اور اسکی مضبوط و پائدار بنا متزلزل ہوگئی، جمجمہ جماعت مین تفرقہ پڑگیا، سب و شتم سے گذر کر طعن و ضرب کی نوبت پہنچی رفتہ رفتہ گورنمنٹ کو دخل دینا پڑا اور ہماری مذہبی نزاع جسمین علما، اور مجتہدین کے فیصلے ناقابل تسلیم قرار دیئے گئے تھے اب حکام انگریزی نے فیصل کئے، فاعتبروا یا اولی الابصار، غیر مقلدین اگر اپنے استنباطات کو صحیح سمجھتے تھے اور اسپر کاربند ہوتے، مگر یہان تو وہ مثل مشہور ہی ع ہین تو ڈوبا ہون و لے تجھکو بھی لے ڈوبونگا، اشتہار جاری ہوے رسالے چھپے آخر اسپر دم لیا کہ ہم مذہب حنفی پر اعتراضات رکھتے ہین جو جواب دے وہ انعام لے، علمائے حنفیہ کو اولا تو درس و تدریس و دیگر مشاغل علمی سے فرصت کہان، دوسرے وہ سمجھے کہ قلم اٹھائے تو کسپر، جواب لکھے تو کسکا، اس تمام فرقہ جدیدہ مین دو ایک کے سوا کسی نے درس نظامیہ کی پوری کتابین بھی نہین پڑھی ہین نہ کسیکا اعتداد علما مین ہی، یہی وجہ ہی کہ مولانا احمد علی محدث مرحوم و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس دیوبند و جناب مولانا عبدالحی صاحب وغیرہم کو بہت کم اس بارہ مین لکھنے کا اتفاق ہوا، ادہر یہ بھی خیال کہ کس سے مقابلہ کیجیے، مسلمانون سے

شعر راز معشوق نہ افشا ہو جائے + ورنہ مرجانے مین کچھ بھید نہین،

حضرات غیر مقلدین اس بے التفاتی و عدم اعتنا کو داخل عجز سمجھے اور بھی تیر ہوئے خم ٹھونک میدان مناظرہ مین کود پڑے، مگر علمائے حنفیہ ان چھوٹی جوڑون کے مقابل آنے کیون لگے، تاہم اگر کسی عالم حنفی نے عنان التفات ایک ذرا ادہر پھیر دی تو مدتون تک کے لئے فرصت ہوگئی ایک انتصار الحق کا جواب مرتب کرا الٹا سیدہا آٹھہ دس برس مین تیار ہوا، سو بھی کیا، کاغذ بادی سے زیادہ قیمت نہین رکھتا، ہر چند اس شور و فتنہ انگیزی پر بھی ہمکو خانہ جنگی سے احتراز رہا ہی مگر صرف اس خیال سے کہ شعر سعدی، چو با سفلہ گوئی بلطف و خوشی + فزون گردوش کبر و گردنکشی + مناسب معلوم ہوا کہ تھوڑی سی دارو گیر کر دیجائے، اسپر بھی اگر باز نہ آئے تو پھر پوری خبر لیجائے +

مطبوعات جدیدہ

تذکرۃ الحبیب، جناب مفتی انوار الحق صاحب ایم۔ اے مہتمم تعلیمات ریاست بھوپال نے اس نام سے ایک رسالہ لکھا ہے، جسمین آنحضرت صلعم کی اخلاقی زندگی کی سیرت لکھی ہے آغاز طفولیت سے آخر عہد کے حالات اخلاقی نہایت استقصار اور صحیح ماخذون سے جمع کئے ہین، ایک ایک عنوان کے تحت مین متعدد واقعات درج کئے ہین، بیچ بیچ مین مسلمانونکی موجودہ حالت کو بھی مخاطب کیا ہے، ضرورت ہی کہ سیرۃ نبوی کے مختلف پہلوؤن پر ارباب علم مخصوص تصنیفات کرین، مفتی صاحب کا یہ کارنامہ اس اہم فرض کا دیباچہ ہے، ضخامت ۳۲ صفحہ، لکھائی، چھپائی عمدہ، قیمت عہ، مصنف کے پتہ سے ملیگی،

سیرۃ بخاری، امام بخاری کو عالم اسلامی مین جو اہمیت حاصل ہے محتاج بیان نہین، ضرورت تھی کہ امام ممدوح کی سیرت، تصنیفات، اور اجتہادات پر ہماری زبان مین کوئی مستقل کتاب لکھی جائے، ہم نہایت خوش ہین کہ جناب مولانا عبدالسلام صاحب مبارکپوری نے اس فرض کو نہایت عمدگی اور خوبی کے ساتھ ادا کیا ہی، سلاست بیان، طرز استدلال، استقصائے واقعات، تفصیل مطالب، تحقیق مسائل ہر چیز مین انکے قلم نے اردو کے حکیمانہ مذہبی لٹریچر کی بہترین تقلید کی ہے، باوجود اسکے کہ ہمکو ذاتی طور سے کتاب کے بعض مباحث سے اتفاق نہین، اور کہین کہین اسمین سیرۃ النعمان پر صریح حملے بھی ہین، ہم اسکو اپنے معیار تصنیف کے مطابق سمجھتے ہین، سوانح نگار نے حصۂ اول مین امام صاحب کے حالات و واقعات جمع کئے ہین، اور دوسرے حصہ مین انکی تصنیفات و اجتہادات پر نقد و تقریظ لکھی ہی، ضخامت ہر دو جز ۳۱۶ صفحہ، لکھائی چھپائی متوسط، قیمت عیہ، پتہ مبارکپور، رانیورہ ضلع اعظم گڈہ، مولوی احمد علی صاحب

صبح وطن، پنڈت برج نرائن صاحب چکبست لکھنوی بی۔ اے ایل ایل بی عہد جدید کے ممتاز شاعر ہین، انھون نے گذشتہ سالون مین ملک کے مختلف سیاسی واقعات پر جو نظمین لکھی ہین، صبح وطن کے نام سے انکا یہ مجموعہ شایع ہوا ہے، چکبست نے اپنی شاعری کی بنیاد ان اصولون پر قائم کی ہے جو آجکل لکھنؤ کے جدید العہد شعراے اردو نے اپنی قومی نظمون کے لئے عموماً قائم کئے ہین، یعنی یہ کہ شاعری کے قدیم محاورون اور استعارات وکنایات کے پرانے اسالیب کلام کے ذریعہ سے قومیات و سیاسیات کے جدید مسائل کی تعبیر، اور جا بجا اسمین تغزل کے رنگ کی آمیزش، یقیناً یہ طریقۂ گفتار مولانا حالی کے سادہ اور معرّیٰ بیان سے زیادہ دلکشی کا سامان رکھتا ہے، پنڈت صاحب کا کلام اسی لئے نظر استحسان سے دیکھا جاتا ہے، اور دلچسپی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، ضخامت ۵۴ صفحہ، لکھائی، چھپائی متوسط، قیمت ۸ع، پتہ: منیجر ہندوستانی پریس، نظیرآباد، لکھنؤ،

دیوان حسرت، مولوی حسرت موہانی کا چوتھا مجموعۂ کلام جو ایک زندانی کی زبان وقلم سے نکلا ہے، چھپکر شایع ہوا ہے، اس مجموعہ کی ضخامت گو صرف ۸۲ صفحہ ہے، لیکن قدرشناسان زبان بسعود گرفتاران محبت اسیران اسلام کی آزمائش کے لئے اسکی (۳) قیمت مقرر کیگئی ہے، ایک وہ وقت تھا کہ ہمارے امراء حریص شعراء کا منہ موتیون سے اور دامن اشرفیون سے بھر دیتے تھے، آج کیا کہ ایک بے پروا قومی شاعر کا کلام چند پیسون مین نہین خرید سکتے،

پتہ: دفتر انجمن نظر بندان اسلام فتحپوری، دہلی،

مجلد دوم | ماہ شعبان سنہ ۱۳۳۶ھ مطابق جون سنہ ۱۹۱۸ء | عدد دوازدہم

مضامین

ضروری اطلاع

اس نمبر پر معارف کی دوسری جلد تمام ہوجاتی ہے، جن اصحاب کو شروع سال یعنی جولائی سنہ ۱۷ء سے پرچے پہنچ رہے ہین، اس نمبر پر انکا سال تمام ہوجائیگا، اور آئندہ پرچہ انکے نام وی پی مرسل ہوگا، اکثر اصحاب کسی مجبوری سے اپنا وی پی ڈاکخانہ مین امانت رکھوا دیتے ہین یا ڈاکیہ سے کہتے ہین کہ ایک دو روز کے بعد لانا، اور وہ پھر ڈاکخانہ سے دوبارہ خود نہین منگواتے، وی پی کا پیکٹ دن گذرنے پر واپس آجاتا ہے اسلئے ضرور رہنا چاہیئے کہ وی پی دوبارہ ڈاکخانہ سے منگانا ڈاکخانہ کا نہین بلکہ آپکا فرض ہے پرچے زیادہ اسی بے اصولی کے سبب سے واپس آتے ہین اور دفتر اور خریدار دونون کو اسکے سبب تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔

منیجر